

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَاِنَّ لَکُمْ فِی اللّٰهِ حَیْثُ مَدَّتْ اِلَیْکُمْ
اَیْمَانُکُمْ لَیْسَ بِکُمْ جُنَاحٌ اَنْ
تَدْعُوهُمْ اِلَیْکُمْ اِلَیْهِمْ
اِنْ کَانَ کُلٌّ مِنْکُمْ
مُؤْمِنًا

آئیں کوئی ہرگز ہوس نہیں ہو سکتا جب تک کہ دعائے یہ تو ہاں تک (پورا ہے)



مقرب بابا گاہ رسالت

علیہ الرحمۃ

حضرت بابا غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی

زیرنگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد

مرتبہ

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

فیض رضا پبلی کیشنز گلبرگ کراچی (۲)

اسلامی جمہوریہ پاکستان

صَلَاتِي عَلَى النَّبِيِّ الْخَيْرُ الْخَيْرُ
 صَلَاتِي عَلَى النَّبِيِّ الْخَيْرُ الْخَيْرُ
 صَلَاتِي عَلَى النَّبِيِّ الْخَيْرُ الْخَيْرُ
 صَلَاتِي عَلَى النَّبِيِّ الْخَيْرُ الْخَيْرُ

طاب ثاباً محمد بن قاسم قاسم رضوی ○ محمد مندوستانا بوش حضورى

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
فَاِنَّ لَیْسُوْنَ اِلَّا اللّٰهُ صَمٰی اللّٰهُ عَلَیْمٌ وَصَدِیْقٌ

لَنْ یُؤْمِنَ مِنْ اَنْجِلِیْنَ حَتّٰی یَقَالَ اَشْرَکُوْا (بیہقی و عام)
تم میں کوئی ہرگز مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ نہ کہے کہ جانتے ہو تو بالکل دیوانہ ہے،

مقرب بارگاہ رسالت

حضرت بابا غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی
(پلیاں والے)

ذیترنگرانی

پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد

مرتبہ

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

فیض رضا پبلی کیشنز، کراچی

اسلامی جمہوریہ پاکستان

۱۳۲۶ھ / ۲۰۰۵ء

(حقوق طباعت محفوظ ہیں)

یہ کتاب پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کی زیر نگرانی ترتیب دی گئی ہے

عنوان کتاب	مقرب بارگاہ رسالت
مرتب	بابا جی غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی رحمۃ اللہ علیہ (بلیاں والے)
پروف ریڈنگ	محمد عبدالستار طاہر مسعودی
نگران طباعت	ملک محمد سعید مجاہد آبادی (نگران ادارہ مظہر اسلام، لاہور)
سن اشاعت	ربیع الآخر ۱۴۲۶ھ / جون ۲۰۰۵ء
صفحات	۱۳۸
قیمت	100/- روپے
ناشر	فیض رضا پبلی کیشنز، کراچی

پرنٹرز: **علی پبلشرز**

دربار مارکیٹ گنج بخش روڈ لاہور 0300-4541210

ملنے کے پتے

- ① فیض رضا پبلی کیشنز، آر۔۳۱، بلاک نمبر ۱، گلستان مصطفیٰ، گلبرگ، کراچی ۷۵۹۵۰۔ فون: ۲۰۵۲۸۶۹-۰۳۰۰
- ② ضیاء الاسلام پبلی کیشنز، ضیاء منزل (شوگن مینشن) محمد بن قاسم روڈ، آف ایم۔ اے جناح روڈ، کراچی
- ③ مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور
- ④ الحان محمد عقیل مدنی (بھٹی) ۲-اے/۴۷۰-ای۔ نیواقبال پارک، ریفل ریج روڈ۔ لاہور کینٹ پوسٹ کوڈ ۵۲۸۱۰ فون: ۲۲۱۹۱۲۹-۰۳۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

”چلمن“

صفحہ نمبر	عنوان	نمبر شمار
۱	حرف اول ————— محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی	۱
۵	ابتدائیہ ————— پروفیسر: آسٹر محمد مسعود احمد	۲
۱۶	تصوف کیا ہے؟ ————— پروفیسر: آسٹر محمد مسعود احمد	۳
۳۲	باب نمبر ① تذکرہ حضرت بابا جی عالم رسول نقشبندی	
۳۲	ولادت، تعلیم، ملازمت	۴
۴۱	شخصیت و مزاج	۵
۴۵	اندازِ گفتگو	۶
۴۸	سلسلہ طریقت	۷
۴۸	بابا جی کا مسلک	۸
۴۸	بزرگوں سے محبت	۹
۵۳	باب نمبر ② ————— کوئے جاناں کو دل لے چلا	
۵۳	پہلے حج کی سعادت	۱۰
۵۳	دوسرا حج	۱۱
۵۳	پھر محبوب کے قدموں میں	۱۲
۵۳	مدینہ منورہ سے بیت المقدس	۱۳
۵۳	بیت المقدس سے بغداد شریف	۱۴
۵۳	بغداد شریف سے پھر مدینہ منورہ	۱۵
۵۳	کرم فرمائی حضور کی	۱۶



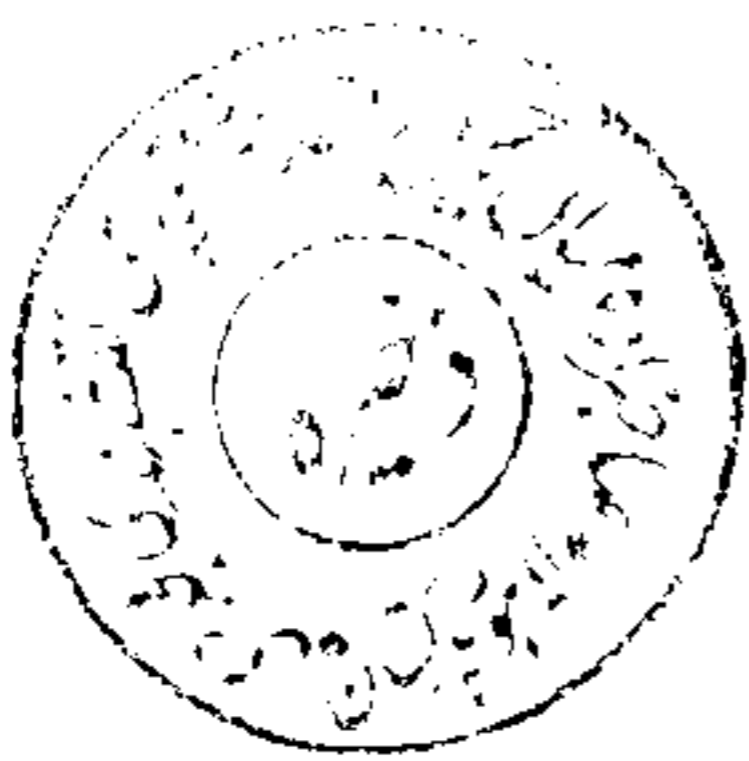
باب نمبر ۳ — بڑے کرم کی باتیں

۵۲			
۵۳		محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۷
۵۶		ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۸
۵۷		قرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	۱۹
۵۸		درہ رسالت میں پذیرائی	۲۰
۵۹		روضہ انور میں جا روبر کشتی	۲۱
۶۰		انگڑ کی خدمت	۲۲
۶۱		بلیوں کی خدمت	۲۳
۶۲		کہوتروں کی خدمت	۲۴

باب نمبر ۴ — بابا جی کی شخصیت

۶۷		عبادات	۲۵
۶۸		روشن ضمیر	۲۶
۶۹		مستجاب الدعوات	۲۷
۶۹		جنت کی حاضری	۲۸
۷۰		عادات جمیلہ	۲۹
۷۲		سراپا سادگی	۳۰
۷۶		عاجزی و انکساری	۳۱
۷۷		امانت داری و دیانتداری	۳۲
۷۸		عفو و درگزر	۳۳
۷۸		خصوص	۳۴
۷۸		بے نیازی و خودداری	۳۵
۷۹		حسن سلوک اور مہمان نوازی	۳۶

۸۱	غیر مسلموں سے حسن سلوک	۳۷
۱۲	احسان مندی	۳۸
۱۲	جذبہ خدمتِ خلق	۳۹
۱۲	وسعتِ قلبی	۴۰
۱۲	سخاوت	۴۱
۱۲	ایثار	۴۲
۱۲	باب نمبر ۵ — اندازِ جہان بینی	
۱۱	دنیا کے بڑے لوگ	۴۳
۱۵	سربراہانِ مملکت	۴۴
۲۰	سیاسیات	۴۵
۲۲	باب نمبر ۶ — بچھی وہیں پہ خاک	
۱۱	ٹانگ کا حادثہ	۴۶
۲۲	جنت البقیع میں تدفین کی آرزو	۴۷
۲۲	وصال مبارک اور تدفین	۴۸
۲۵	اولاد	۴۹
۲۲	باب نمبر ۷ — حاصلِ زندگی	
۲۵	اشارات	۵۰
۲۵	اقوال	۵۱
۲۵	ملفوظات	۵۲
۲۲	پند و نصائح	۵۳
۲۸	کرامات	۵۴
۳۷	مصادر و مراجع	۵۵



انتساب جمیل

شیخ الاسلام مفتی اعظم حضرت شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی نقشبندی مجددی
شاہی امام و خطیب جامع مسجد فتح پوری، دہلی

- جو فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول تھے،
- جو خشیت الہی کے پیکر تھے،
- جو عاشقوں کے دلدار اور گستاخوں سے بیزار رہے،
- جن کی حیات مبارکہ اسوۂ حسنہ کی حسین تصویر تھی،
- جو سہرا پا محبت اور سہرا پا اخلاص تھے،
- جن کے دل میں آفاق کی سمائی تھی،
- جن کے دل میں دوست و دشمن سب کی جگہ تھی،
- جو ہر قسم کے خانقاہی تعصب سے پاک تھے،
- جن پر ناجزی اور انکساری ناز کرتی تھی،
- جن سے خود پسندی اور خود نمائی کو سوں دور تھی،
- جن کا دل عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسکن تھا،

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی غفرلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

حرفِ اوّل

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

باباجی غلام رسول نقشبندی مجددی مدنی عالیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۰۶ھ / ۱۹۸۶ء) اپنی ۶۰ سال سے زائد عرصہ مدینہ منورہ میں رہے اور لاکھوں پیاسوں کو سیراب کیا۔ جن عقیدتمندوں نے باباجی کی زیارت کی ان کی یادداشتوں پر مشتمل ایک مجموعہ جناب محمد طیش مدنی صاحب نے مرتب کیا جو تقریباً ۲۵ حضرات کی یادداشتوں پر مشتمل ہے۔ یہ ایک روح پرور یادگار ہے جس کا عنوان ہے:-

”جانشین ابو ہریرہ باباجی غلام رسول بلیاں والے“

یہ مجموعہ ۲۰۰۲ء میں جناب وسیم الدین شیخ صاحب نے شائع کیا اور جناب محمد طیش مدنی (بھٹی) صاحب نے پیش کیا۔ راقم بھی باباجی عالیہ الرحمہ کا فیض یافتہ ہے اور چھ عرصہ ان کی صحبت میں رہنے کا شرف پایا ہے۔ ۱۹۸۱ء میں مدینہ منورہ قیام کے دوران باباجی عالیہ الرحمہ کی خدمت کا موقع ملا۔ اس لئے خیال آیا کہ ان یادداشتوں سے موضوع کے لحاظ سے مواد جمع کر کے باباجی کی ایک سوانح مرتب کی جائے۔

یہ گلدستہ مسعود ملت حضرت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ کی نگرانی میں مختلف یادداشتوں سے ضروری مواد جمع کر کے سجایا گیا ہے۔ یہ اپنی نوعیت کی غائبانہ واحد سوانح ہے جو تقریباً ۲۵ عقیدتمندوں کے تاثرات کی روشنی میں مرتب کی گئی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ راقم کی اس کوشش کو مقبول و منظور فرمائے، اور قارئین کرام کے لئے اس کتاب کو وسیلۂ ہدایت بنائے۔ آمین!

کتاب کی تدوین سے پیشتر قبلہ ڈاٹر صاحب کی خدمت میں احقر نے حضور باباجی
 غلام رسول علیہ الرحمہ کی کتاب ”جانشین ابو ہریرہ“ ہدیہ پیش کی تو آپ نے کتاب دیکھ کر بہت
 مسرت کا اظہار فرمایا۔ احقر نے حضرت مسعود ملت سے گزارش کی کہ اس کتاب کے محرک و ناشر
 جناب محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب نے اس خواہش کا اظہار کیا ہے کہ قبلہ ڈاٹر صاحب اس کتاب
 کی اشاعت ثانی کیسے اپنے گرانقدر خیالات کا اظہار فرمائیں۔ قبلہ حضرت صاحب نے فرمایا کہ
 سر دست مصروفیت بہت زیادہ ہے مگر میں وقت نکال کر کتاب کو دیکھوں گا پھر کچھ عرض کر سکوں
 گا۔ چند روز بعد قبلہ حضرت صاحب نے احقر کو یاد فرمایا اور کتاب کے بارے میں ارشاد فرمایا:

”مقصود صاحب! باباجی کے بارے میں کتاب کا فقیر نے بغور مطالعہ کیا تو میرے
 دل میں خیال آیا کہ اس شخصیت پر تو ایک سوانح مرتب ہونی چاہیے۔“ چنانچہ آپ نے وہ کتاب
 دکھاتے ہوئے ایک خاکہ ارشاد فرمایا۔ اس کتاب پر حضرت نے خاکے کے مطابق نشان لگا رکھے
 تھے چنانچہ آپ کی ہدایت کے مطابق راقم نے زیر نظر کتاب مرتب کرنے کا شرف حاصل کیا۔

جن احباب نے اس کتاب کے منظر عام پر لانے کے لیے دامے درمے قدمے سخی
 تعاون فرمایا ہے، راقم تہہ دل سے ان سب کا شکر گزار ہے، بالخصوص زائر دیا محبوب کریم
 سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، باباجی علیہ الرحمہ کے چہیتے دلارے پیارے، انخی العزیز نرانی قدر الحاج
 محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب مدظلہ العالی کا، جو ہمارے ممدوح کی محبتوں عنایتوں اور چاہتوں کی
 خوشبو و نین میں پھیلا رہے ہیں۔ برادر موصوفی محمد عبدالستار طاہر مسعودی صاحب کا جنہوں نے
 کتاب کی ایڈیٹنگ و پروف ریڈنگ سے کتاب کو نکھار بخشا اور برادر مملک محمد سعید مسعودی
 صاحب (نگران ادارہ مظہر اسلام، لاہور) کا جن کی محبت اور لگن کے باعث کمپوزنگ سے
 طباعت تک کے تمام مراحل بہ احسن تمام و بکمال ہوئے۔ مولیٰ تعالیٰ ان سب کو، ان کی ان
 محبتوں اور پُر خلوص عنایتوں کے ساتھ سلامت با کرامت رکھے۔ آمین!

احقر العباد

محمد مقصود حسین

قادری نوشاہی اویسی

۱۰ ارشوال المکرم ۱۴۲۳ھ

۲۲ دسمبر ۲۰۰۳ء بروز جمعۃ المبارک

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

”ابتدائیہ“

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

بادشاہوں کو تخت شاہی مبارک ہو، وزیروں کو سجے سجائے دفتر مبارک ہوں، ماموں اور واعظوں کو وعظ و نصیحت کے منبر مبارک ہوں، امیروں کو عالی شان عمارتیں مبارک ہوں، زمینداروں کو وسیع و عریض زمینیں مبارک ہوں، تاجروں کو سامانوں کے ڈھیر مبارک ہوں۔۔۔۔۔ ہاں یہ کون ہے؟۔۔۔۔۔ یہاں بادشاہ بھی آرہے ہیں، وزیر بھی آرہے ہیں، علما، مفترا، بھی آرہے ہیں، امیر و کبیر بھی آرہے ہیں، زمیندار و تاجر بھی آرہے ہیں، ملازم و افسر بھی آرہے ہیں۔ کبھی آرہے ہیں۔۔۔۔۔ ہاں یہ سب کیوں آرہے ہیں؟۔۔۔۔۔ کیا چیز کھوٹی تھے جو یہاں پارہے ہیں۔ ایمان و یقین اور محبت و خلوص۔۔۔۔۔ اپنے لئے کبھی جیتے ہیں، چرند و پرند، انسان و حیوان۔۔۔۔۔ یہ جینا، جینا نہیں۔ جیتے وہ ہیں جو دوسروں کیلئے جیتے ہیں۔ جو اس کے ہو جاتے ہیں اور اپنی ہستی کو کھودتے ہیں۔ ان کے پاس دنیا کا ساز و سامان نہیں پھر بھی دیتے ہیں۔ ہاتھ نہیں روکتے، دیئے چلے جاتے ہیں۔ آج سب اس دینے والے کے حضور آرہے ہیں، اور خوب نوازے جارہے ہیں۔۔۔۔۔ پیاسے آرہے ہیں اور سیراب ہو کر جارہے ہیں۔۔۔۔۔ بھوکے آرہے ہیں اور پیٹ بھر کر جارہے ہیں۔

تو میری رات کو مہتاب سے محروم نہ رکھ

تیرے پیمانے میں ہے ماہ تمام اے ساتی



بابا جی غلام رسول صاحب عالیہ الرحمۃ حیاط کے بیٹے تھے، ڈاکخانے میں ملازم تھے، کسی

کو کیا معلوم کہ زمین پر چلنے والا آسمان پر پرواز کرنے والا ہے، اور دنیا کو حیران کرنے والا! ہمارے معیار، ہمارے معیار ہیں۔ اُس کریم کے معیار نہ پوچھو، جس کی ہمارے یہاں پوچھ نہیں، اس کے دربار میں اسی کی پوچھ ہے۔ جہاں سرفراز کیا جاتا ہے، بلند کیا جاتا ہے۔ بغرافیا کی حدود سے نکل کر وہ سارے جہاں میں پھیلنے لگتا ہے۔ دیکھنے والے دیکھتے رہ جاتے ہیں، مرمو و انش کے پٹارے دھڑے کے دھڑے رہ جاتے ہیں۔

انہوں نے علماء کے سامنے زانوں نے تلمذ نہ کیا تھا مگر ان کے سینے سے دانائی و وحدت کے پشمے پھوٹتے تھے۔ وہ اسرار و معارف کے دریا بہاتے تھے اور دنیا جہاں کے پیا سے یہ اب ہوتے تھے۔ اُس کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ اخلاص ہو تو سینے کھول دینے جاتے ہیں۔

وہ مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی حاضری کی آرزو رکھتے تھے، آرزو پوری کرنے والے نے اُن کی سبھی آرزوئیں پوری فرمائیں:

- ایک بار حاضر ہوئے، دوسری بار حاضر ہوئے،
- انبیاء علیہم السلام کی قبور شریف کی زیارت کیلئے بیت المقدس حاضر ہوئے،
- حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دربار گہر بار کی زیارت کیلئے بغداد شریف حاضر ہوئے۔ خوب خدمت کی، خوب سرفراز ہوئے۔

پھر مدینہ منورہ آگئے، مدنی آقا نے بلالیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔

اُن کا دل محبت و عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آباد، اُن کا جسم قرب مصطفیٰ سے سرفراز، اُن کا سر اپادب مصطفیٰ کا آئینہ، اُن کا مرنا جینا متابعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا گنجینہ۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان سے پیار تھا، وہ آپ کے ڈلارے تھے، جو سوال کرتے جواب ملتا۔ پوچھنے والے پوچھتے چلے جاتے اور جواب پا کر خوش ہوتے جاتے۔ یقین نہیں آتا مگر اہل یقین کے ہاں شک کا کیا مقام؟ یہاں تو یقین ہی یقین

ہے۔۔۔ ہماری باتوں میں شک ہو سکتا ہے، اُن کی باتوں میں شک نہیں کہ انہوں نے جو کچھ
پیامِ بزرگ یقین ہی سے پایا۔



وہ بے نیاز تھے بے نیاز، سارے جہاں سے بے نیاز، فقط جہاں والے نے نیاز مند
وہی دیتا ہے، وہی دلواتا ہے۔۔۔ بڑے بڑے دینے والے آئے سب سے رُخ پیسہ، اسی
کے ہو کر رہے جس کی طرف سب پیاروں نے رُخ کیا۔۔۔ بادشاہوں سے منہ پیسہ،
وزیروں سے منہ پھیرا، امیروں سے منہ پھیرا۔۔۔ ان کی طرف تو سب منہ کرتے ہیں ایسے
کون جواں ہمت ہے جو ان سے منہ پھیر رہا ہے۔



وہ مدینہ منورہ کے کبوتروں سے محبت کرتے تھے، وہ مدینہ منورہ کی بلیوں سے محبت
کرتے تھے، وہ مدینہ منورہ کے کتوں سے پیار کرتے تھے، ان کو کھلا کھلا کر خوش ہوتے تھے
۔۔۔ حادثے کا شکار ہو گئے، ٹانگوں سے معذور ہو گئے، مجبور ہو گئے، مگر گن گنی رہی، معمولات
جاری رہے، جس خدمت کیلئے مامور ہوئے تھے، وہ خدمت کرتے رہے۔۔۔ خوش خوشی
دل و جان سے۔۔۔ یہ تھی شانِ استقامت!

ہاں، وہ کبوتروں سے پیار کرتے، دانہ ڈالتے۔ وہ مدینہ منورہ کی بلیوں سے پیار
کرتے۔۔۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چاہنے والوں کی نشانی ہے کہ وہ انسانوں
سے ہی نہیں جانوروں سے بھی پیار کرتے ہیں۔۔۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلمانوں
پر مہربان، انسانوں پر مہربان، جانوروں پر مہربان، رب کریم مہربان اور بہت ہی مہربان، پتھر
اُس کے بندے کیوں نہ مہربان ہوں۔۔۔ خالق سے پیار ہے تو پھر مخلوق سے کیوں نہ پیار
ہو۔۔۔ اللہ کے دوست اور اُس کی مخلوق سے نفرت، ہرگز نہیں، ہرگز نہیں۔۔۔ یہاں تو
محبت ہی محبت ہے، جس نے سچی محبت کا مزانہ چکھا ہو وہ اُن کے حضور آنے، اور جو نہ پایا تھا، وہ

پائے۔۔۔ یہاں کا عالم ہی کچھ اور ہے۔

ہاں! وہ بلیوں سے محبت کرتے تھے، بلی سے تو صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی محبت کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آستین سے چھوٹی بلی جھانکتی دیکھی تو ان کو ابو ہریرہؓ کی کنیت عطا فرمائی کہ عربی زبان میں ”ہرہ“ بلی کو کہتے ہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود فرماتے ہیں:

”میرے ایک چھوٹی بلی تھی، رات کو درخت پر رکھ دیا کرتا تھا صبح جب بکریاں

چرانے جاتا تو بلی وساتھ لے جاتا اور اس سے کھیلتا تھا۔“

● حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلی کو گھر کی متاع قرار دیا جو کسی شے کو نہ خراب کرتی ہے نہ گندا کرتی ہے، وہ تو گھروں میں چکر لگاتی پھرتی ہے (نسائی، کتاب الطہارہ، طبرانی، حدیث نمبر ۶۳۴)

● بلی انسان سے ملتی جلتی ہے، چھینک مارتی ہے، جما ہی لیتی ہے، انگڑائی لیتی ہے، اپنے لعاب سے آنکھیں اور چہرہ صاف کرتی ہے۔ (امام جاحظ، کتاب الخیوان)

● بلی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بھی پیاری ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بھی پیاری ہے۔

● تو صحابی رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلی سے محبت فرماتے تھے، بلی سے محبت صحابی رسول کی سنت ہے۔

انہوں نے اسی سنت پر عمل کیا۔ وہ مدینہ منورہ کی بلیوں سے پیار کرتے تھے۔ گوشت، چھینچھڑے، پنیر ڈالتے تھے اور دودھ پلاتے تھے۔

ہاں اے مدنی بلیو! تم پر سلام ہو! تم مدنی ہو اوں میں سانس لیتی ہو، اس دیا مقدس کے گلی کوچوں میں چلتی پھرتی ہو، تم مدنی بھیڑ بکریوں کا دودھ پیتی ہو اور گوشت کھاتی ہو۔

۱۔ ابن الاثیر الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد ۷، صفحہ ۳۷۹، مطبوعہ بیروت۔

۲۔ الاصابہ، ج ۷، ص ۳۴۹

تم خوشی خوشی گھروں میں کودتی اور چھلانگیں مارتی پھرتی ہو، تم موذی کیڑے ملوڑوں کو اپنی جھپک کر کھا جاتی ہو، تم زمین حرم کی پاسبان ہو۔ ہاں تم پر سلام ہزار بار سلام۔!



وہ فرائض و سنن پابندی سے ادا کرتے — چودہ سال کی عمر سے جو تہجد شام کی تو آخر دم تک جاری رہی — وہ پے در پے روزے رکھتے، وہ مسلسل نوافل پڑھتے۔ وہ ہر وقت با وضو رہتے یہ دیا ر محبوب تھا کوئی معمولی بات نہ تھی!

وہ سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں بیعت تھے، اپنے شیخ طریقت سے بہت چھو پیا — وہ خانقاہی تعصب سے پاک تھے — سب سلسلوں سے پیار کرتے تھے اور پیار سمجھتے تھے — اُن کی زندگی پیار و محبت سے عبارت تھی — وہ غیبوں کو ٹوٹتے نہ تھے، غیب پوش تھے — فقراء اپنے غیبوں کو دیکھتے ہیں اور دوسروں کے غیب سے آنکھ بند کریتے ہیں — وہ اپنے لئے نہیں دوسروں کیلئے جیتے تھے — دوسروں کیلئے جینا آسان نہیں — جذبہ ایثار اُن کو اپنے بارے میں سوچنے بھی نہیں دیتا تھا، وہ دوسروں کیلئے سوچتے تھے، وہ دوسروں کیلئے جیتے تھے — اُن کے دل میں جہاں کی سمانی تھی۔ اللہ اکبر! اتنی بڑی کائنات اپنی وسعتوں کے باوجود ان کے گوشہ دل میں نظر نہیں آتی — وہ خیالات بابت کبھی کبھی کوچے کوچے پھرتے تھے۔ ان کو آسائشوں میں نہیں، کلکتوں میں لطف آتا تھا — جب جانِ جاناں کی آرزو ہو تو راہ کی کلکتوں سے کیا ڈرنا — جب پھولوں کی آرزو ہو تو کانٹوں سے کیا بچنا — زندگی خارزاروں سے گزر کر گلزاروں میں داخل ہوئی ہے — سیدنا راستہ یہی ہے —



ان کی زندگی کا جوہر سادگی تھی، رہن سہن میں سادگی، کھانے پینے میں سادگی، منے جلنے میں سادگی، بولنے چالنے میں سادگی — نہ مشیخانہ طمطراق، نہ بعض پیروں کی سی جوجھجھ

اور غرور و نخوت۔ سادگی ہی سادگی تھی۔ کسی پہلو سے مرشد نہ لگتے تھے، پھر بھی مرشدوں کے مرشد، یہ شان و شوکت، قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوئی۔ دنیا نظروں میں نہ آئی کہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو گھڑ سے نکال دیا بلکہ دل سے نکال دیا۔ جس دنیا کو اس کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گھڑ سے اور دل سے نکال دیا تو پھر اس کے چاہنے والے اس دنیا کو گھڑ میں اور دل میں کیوں رکھیں؟ اولو العزم ہستیاں ایسا ہی کرتی ہیں۔

لوگ ان کی حالت زار دیکھ کر ترس کھاتے تھے، وہ لوگوں پر ترس کھاتے تھے کہ وہ دنیا میں سموٹے اور اپنی ہستی کو دنیا کی نذر کر دیا۔ ان اللہ وانا الیہ راجعون! گنہگار سن سن کر خبریں سناتے ہیں، دنیا والوں کے دل خوش کرتے ہیں، ان کو نہیں معلوم کہ ان خبروں سے دل مردہ ہو رہے ہیں۔ کاش سمجھنے والے سمجھتے! کاش عقل والے عقل رکھتے! چھوٹی سی دنیا، اتنا بڑا انسان جس کو احسن تقویم میں بنایا گیا، زمین و آسمان مسخر کئے گئے۔ دنیا کے کچھڑ میں لت پت ہو کر کہیں کا بھی نہ رہا، حیف! ان حضرات عالیہ کو دیکھ کر دنیا کی بلندیاں اور دنیا کی پستیاں معلوم ہوتی ہیں۔ وہ زمین سے آسمان کا سفر کرتے ہیں، وہ عالم بالا کے مسافر ہیں۔ ان کے استقبال کیلئے فرشتے اور کوروناماں کھڑے ہیں۔



وہ مدینہ منورہ میں جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو میں جیتے تھے، جب موت آئی، مدینہ منورہ میں آئی۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ! فرشتے آنے لگے، کھڑکی دروازے کھلنے لگے، دیکھتے ہی دیکھتے عالم بالا کے سفر پر روانہ ہو گئے اور جنت البقیع میں دفن ہوئے، اور آج زندگی کی آخری آرزو بھی پوری ہوئی۔ ہاں!

دل تو جاتا ہے اس کے ٹوپے میں

جا ، میری جاں ، جا ، خدا حافظ

ہاں اب وہ چین سے سو رہے ہیں:

موت جب دامنِ رحمت کی ہوا لائی ہو

مرنے والے کو نہ کیوں چین کی نیند آئی ہو

احقر

محمّد مسعود احمد عثمانی

۲/۱۷ سی، پی۔ ای۔ سی۔ ایچ سوسائٹی

کراچی۔ ۵۴۰۰، سندھ

اسلامی جمہوریہ پاکستان

ذیقعدہ ۱۴۲۴ھ

۲۹ دسمبر ۲۰۰۳ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

تصوف کیا ہے؟

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

تصوف کی اصل قرآن و حدیث ہے، تصوف کی بنیاد شریعت ہے۔ قرآن حکیم میں ایک جگہ ارشاد فرمایا:

”ہم نے تم پر یہ قرآن اتارا کہ ہر چیز کا روشن بیان ہے۔“

اس میں تصوف کا بھی بیان ہے۔ تصوف میں سارا زور شریعت پر ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و اعمال و احوال ہی شریعت ہیں، جس کے لیے قرآن حکیم میں فرمایا:

”اور جو پچھ رسول تمہیں عطا فرمائیں وہ لو، اور جس سے منع فرمائیں باز رہو، اور اللہ سے ڈرو۔“^۱

اللہ سے ڈرنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کہنا ماننا ہی تصوف ہے۔ اور کہنا ماننا بغیر محبت کے ممکن نہیں، جس سے محبت ہوتی ہے، دل سے اسی کا کہنا جاتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”اور ایمان والوں کو اللہ کے برابر کسی سے محبت نہیں۔“^۲

اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا فرما رہے ہیں:-

”اللہ تو اپنی محبت کو میری جان، میرے اہل و عیال اور نھنڈے پانی سے بھی

زیادہ میری نظر میں محبوب کر۔“^۳

۱- قرآن حکیم، سورۃ نحل، آیت نمبر ۸۹

۲- قرآن حکیم، سورۃ حشر، آیت نمبر ۲

۳- قرآن حکیم، سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۱۶۵

۴- ترمذی شریف، کتاب الدعوات، ص ۵۰۳

اللہ تعالیٰ کے حبیب کریم (سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اللہ سے اللہ تعالیٰ کی محبت مانگی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے اپنی اور اپنے حبیب کریم (سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی محبت کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

”تم فرماؤ اگر تمہارے باپ، اور تمہارے بیٹے، اور تمہارے بھائی، اور تمہاری عورتیں، اور تمہارا کنبہ، اور تمہارے کھائی کے مال، اور وہ سودا گرانے کے نفع کے کاموں کا تمہیں ڈر ہے، اور تمہارے پسند کے مکان — یہ چیزیں اللہ، اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے، اور اللہ سرکشوں کو راہ نہیں دیتا۔“

تصوف خوابیدہ محبت کو جگا کر دیوانہ بناتا ہے — اسلام کو اس دیوانگی کی ضرورت ہے جس سے سارا عالم لرزاں و ترساں ہے — اب ہم اپنے دلوں کو خود جھانک کر دیکھیں اور اللہ کو گواہ کر کے بتائیں کہ کیا ہم واللہ و رسول سے ایسی محبت ہے جس کا قرآن حکیم مطالبہ فرما رہا ہے؟ — بیشک یہ محبت جب دل میں گھر کر جاتی ہے تو دل کی دنیا ہی بدل جاتی ہے — اللہ کے نیک بندوں کے جب ملفوظات سنیں گے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ یہ نئے جہاں کی خبر دے رہے ہیں — اس کے لیے تو قرآن حکیم میں ارشاد ہو رہا ہے۔

”اسی کی طرف چڑھتا ہے پاکیزہ کلام، اور جو نیک کام ہے وہ اسے بلند کرتا ہے۔“
ہمارے دامن پاکیزہ کلام سے بھی خالی ہیں اور نیک کاموں سے بھی — ہم تمہیں دامن ہیں اور ان پر بڑھ بڑھ اعتراض کرتے ہیں جن کے دامن بھرے ہوئے ہیں — افسوس ہم کیا کرتے ہیں؟

قرآن حکیم اور احادیث شریفہ میں صرف محبت ہی کا ذکر نہیں، محبت والوں کا بھی ذکر ہے، یہی اللہ کے دوست ہیں، یہی اللہ کے ولی ہیں، انہیں جوہر صوفی بھی کہتے تھے (اب تو یہ لفظ

انعامیاناہ اور سوقیانہ ہو گیا ہے) — قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

”پھر ہم نے کتاب کا وارث کیا اپنے چنے ہوئے بندوں کو تو ان بندوں میں:

- — کوئی اپنی جان پر ظلم کرتا ہے
- — اور ان میں کوئی میانہ چال پر ہے
- — اور ان میں کوئی وہ ہے جو اللہ کے حکم سے بھلائیوں میں سبقت لے لے
- — یہی بڑا فضل ہے۔“

اس آئیہ کریمہ میں بندوں کے تین طبقوں کی طرف اشارہ فرمایا:

① — اپنی جان پر ظلم کرنے والے

② — میانہ چال چلنے والے

③ — بھلائیوں میں سبقت لے جانے والے۔

یہ صوفیہ کرام ہیں — انہیں سبقت لے جانے والوں کے لیے ایک جگہ ارشاد

فرمایا:

”یہ لوگ بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں، اور یہی نیک کاموں میں سب سے آگے نکل جانے والے ہیں۔“

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

”اور جو سبقت لے گئے، وہ تو سبقت ہی لے گئے، وہی مقرب بارگاہ ہیں، چین کے باغوں میں، اگلوں میں سے ایک گروہ، پچھلوں میں سے تھوڑے۔“

وہ کون ہیں جو اگلوں میں بہت ہیں؟ — وہ کون ہیں جو پچھلوں میں تھوڑے ہیں

۱۔ قرآن حکیم، سورہ فاطر، آیت نمبر ۳۲

۲۔ قرآن حکیم، سورہ مؤمنون، آیت نمبر ۶۱

۳۔ قرآن حکیم، سورہ واقعہ، آیت نمبر ۱۰-۱۲

— وہ یہی صوفیہ ہیں، وہ یہی اولیاء ہیں — ہم نے سب کو ایک ہی سمجھا ہے، یہ وہی نادانی ہے — اللہ تعالیٰ سب کو ایک سمجھنے والوں کے سامنے حقیقت کھول کر بیان فرما رہا ہے۔
”برابر نہیں اندھا، اٹھیارا — اور نہ اندھیاریاں اور اجالا — اور نہ سایہ

اور نہ تیز دھوپ اور برابر نہیں زندے اور مردے۔“

یہاں جسم کے زندوں اور مردوں کا ذکر نہیں فرمایا، دل کے زندوں اور مردوں کا ذکر فرمایا ہے کہ وہی اٹھیارے ہیں، وہی اجالوں میں ہیں، وہی انوار الہیہ کی تیز دھوپ میں ہیں۔
اللہ تعالیٰ نے اپنے پیاروں کا یوں تعارف فرمایا:

”اپنی منتیں پوری کرتے ہیں، اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی برائی چھیلی

ہوئی ہے۔“

منتیں پوری کرتے ہیں — یعنی فرائض و واجبات و سنن ادا کرنے کے بعد نوافل کے ذریعہ نیکیوں میں سبقت لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں — ابن تیمیہ نے بخاری شریف کی وہ حدیث نقل کی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے ان محبوب پیاروں کا ذکر فرمایا ہے — ذرا حدیث قدسی کے یہ الفاظ تو ملاحظہ فرمائیں، پھر ان الفاظ کی روشنی میں صوفیہ اور اولیاء اللہ کی رفعتوں اور بلندیوں کا اندازہ لگائیں :-

”سب سے زیادہ جس چیز دے میرا بندہ مجھ سے قربت حاصل کر سکتا ہے،

میرے فرائض کی ادائیگی ہے — میرا بندہ نوافل کے ذریعہ مجھ سے برابر

نزدیک ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں

محبت کرنے لگتا ہوں تو: —

● — اس کے کان ہوتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے،

● — اس کی آنکھ ہوتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے،

● — اس کا ہاتھ ہوتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے،

● — اس کے پاؤں ہوتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے،

پس وہ —

● — مجھ ہی سے سنتا ہے،

● — مجھ ہی سے دیکھتا ہے،

● — مجھ ہی سے پکڑتا ہے،

● — مجھ ہی سے چلتا ہے۔

وہ نوافل سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے ہیں ہمیں فرض پڑھنے دوپہر ہو جاتے ہیں فرض پڑھ لیے تو سنتیں ادا کرنی مشکل ہو جاتی ہیں، کیسے نوافل؟ — کیسے مستحبات؟ — ہم باتیں بہت بناتے ہیں، کام نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ ہم کو بھی نوافل کے ذریعہ اپنا قرب حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں بار بار اپنے پیاروں کا ذکر فرمایا، کچھ اور آیات سماعت

فرمائیں۔

① —

”ب شک نیوکا ضرور چین میں ہیں تجتوں پر (بیٹھے) دیکھتے ہیں، تو ان

کے چہروں کو چین کی تازگی (سے) پہچانے۔“

② — دوسری جگہ فرمایا:

”تو وہ لوگ (جو اللہ اور رسول کی اطاعت کریں گے) ان کے ساتھ ہوں

گے جن پر اللہ نے انعام کیا۔ یعنی انبیاء، اور صدیقین اور شہداء اور صالحین

— اور یہ کیا ہی اچھے ساتھ ہیں؟ — یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے۔“

③ — ایک جگہ فرمایا:

آیات تمییز اسباب صفا اور تصوف فی الحقیقت (ترجمہ اردو عبدالرزاق طبع آبادی) الدار السنغیہ، صوبہ بہمنی، ص ۷۰

۳۔ قرآن حکیم، سورۃ نساء، آیت نمبر ۶۹

۲۔ قرآن حکیم، سورۃ مطففین، آیت نمبر ۲۲، ۲۳

”خبردار اولیوں پر نہ چھ خوف ہے نہ غم۔“

④ — دوسری جگہ فرمایا:

”اللہ انہیں دوست رکھتا ہے، وہ اللہ کو دوست رکھتے ہیں۔“

⑤ — ایک جگہ فرمایا:

”وہ ایسے لوگ ہیں جنہوں نے سچا کر دیا اس عہد کو جو اللہ سے آیا تھا۔“

⑥ — دوسری جگہ فرمایا:

”رات کی گھریوں میں اللہ کی آیتیں تلاوت کرتے ہیں اور سجدہ کرتے ہیں، نیکی کا حکم کرتے ہیں، برائی سے روکتے ہیں، نیک کاموں میں ایک دوسرے سے جلدی کرتے ہیں۔“

مندرجہ بالا آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نیک بندوں اور پیاروں کی جو خوبیاں بیان فرمائی ہیں وہ میں نے چشم سر سے اپنے والد ماجد مفتی اعظم شاہ محمد مظہر اللہ علیہ السلام (م۔ ۱۹۶۶ء) (شاہی امام مسجد فتحپوری، دہلی) میں دیکھی ہیں، وہ جلیل القدر عالم اور سلسلے عالیہ نقشبندیہ کے عارف کامل اور صوفی باصفا تھے۔ ان کو دیکھ کر تصوف پر میرا یقین اور مستحکم ہو گیا اور ہر قسم کا شک و شبہ جاتا رہا۔ بے شک جس نے زندہ مثالیں نہیں دیکھیں وہ معذور ہے۔

احادیث مبارکہ میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان اولیاء و صوفیہ اور اللہ کے ان محبوب بندوں اور پیاروں کا ذکر فرمایا ہے۔ — سنئے: —

① — ”بہت پر اگندہ سہرا اگر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور سچ کر دے۔“

② — عرض کیا گیا، ”یا رسول اللہ لوگوں میں افضل شخص کون؟“ — فرمایا:

۱۔ قرآن حکیم، سورۃ بینہ، آیت نمبر ۸

۲۔ قرآن حکیم، سورۃ مائدہ، آیت نمبر ۵

۳۔ قرآن حکیم، سورۃ احزاب، آیت نمبر ۲۲

۴۔ قرآن حکیم، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۱۳-۱۱۴

۵۔ مسلم شریف، کتاب الضعفاء والخالین، ج ۲، ص ۳۲۹

”جو کسی گھائی میں سب سے الگ ہو کر جا بیٹھے اور اللہ کی عبادت کرے۔“

۳۔ ”دنیا میں پردہ کی یا مسافر گیم کی طرح رہو۔“

۴۔ ”جو لوگ میرے لیے باہم محبت کرتے ہیں ان کے لیے قیامت میں نور کے منبر

ہوں گے۔“

۵۔ ”ان کے لیے میری محبت واجب ہوگی جو میرے لیے باہم محبت کریں۔“

(۱)

شریعت و طریقت ہی تصوف ہے اور تصوف ہی شریعت و طریقت ہے، اس کے علاوہ

پہنچ نہیں۔ شیخ جنید بغدادی (م۔ ۲۹۷ھ/۱۰-۹۰۹ء) نے فرمایا:

”ہمارے طریقے کی بنیاد کتاب و سنت ہے اور بروہ طریق جو سنت کے

خلاف ہو مردود و باطل ہے۔“

جب ہم صوفیہ کے اقوال و اعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو کتاب و سنت کے مطابق پاتے

ہیں، الا ماشاء اللہ!۔ مثلاً ”صوفیہ کے اقوال و اعمال میں ان باتوں کا ذکر ملتا ہے، یہ ساری باتیں قرآن حکیم میں موجود ہیں:۔“

۱۔ (مسند احمد، ج ۱، ص ۲۳۷ (ب) نسائی، ج ۱، ص ۲۵۶ (ج) بخاری شریف، ج ۲، ص ۹۶۱

۲۔ بخاری شریف، ج ۲، ص ۹۲۹

۳۔ تفسیر شیخ الاکبر، ج ۱، ص ۲۸۸

۴۔ (۱) تفسیر شیخ الاکبر، ج ۱، ص ۷ (ب) فتوحات مکیدہ، ج ۲، ص ۳۳۳ (ج) اشعة اللمعات، ج ۲، ص ۱۳۳

۵۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف، ترجمہ مخطوط از علامہ محمد عبدالحق کلیم شرف قادری، ص ۶

نوٹ۔ امام احمد شافعی الحافظ ابی زریاب یحییٰ بن شرف النووی (م۔ ۶۶۷ھ/۹-۱۲۶۸ء) نے ”ریاض الصالحین“ نام سے احادیث کا ایک مستند مجموعہ مرتب کیا ہے (مطبوعہ: لاہور ۱۳۰۷ھ/۱۹۸۶ء) اس میں مختلف ابواب کے تحت جن احادیث کو جمع کیا ہے وہ تقریباً وہی ہیں جن کا تعلق صوفیہ کی تعلیمات اور مانوخطات سے ہے۔ اس کے مطالعہ سے ان منہجیات کی تشفی ہو سکتی ہے جو تصوف کو قرآن و حدیث کے خلاف سمجھتے ہیں اور اس سے متنفر ہیں یا کسی غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ مطالعہ اور صحیح فہمی سے غلط فہمیاں دور ہو سکتی ہیں۔ مسعود

- ذکر ۱
- توکل ۲
- فقر ۳
- زبرد ۴
- رضا ۵
- فنا ۶
- بقا ۷
- مراقبہ ۸
- اخلاص ۹ وغیرہ وغیرہ

ہم قرآن نہیں پڑھتے، سنی سنائی پر یقین کر لیتے ہیں اور اس صرح یقین کر لیتے ہیں جیسے خود آنکھوں سے دیکھی یا پڑھی ہوں، دانا و بینا انسان کو یہ باتیں زیب نہیں دیتیں کہ خود بخود کسی کا مخالف ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے صوفیہ کی یہ نشان بتائی :-

”جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے اور بیٹھے، اور آسمانوں اور زمینوں کی پیدائش میں غور کرتے ہیں۔“

ذرا غور تو کریں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء صوفیہ کی تین تین خوبیوں بیان فرمائیں اور ان کے درجوں کو بلند کر دیا۔ سنئے :-

- ① توبہ والے
- ② عبادت والے
- ③ سراج والے
- ④ روزے والے
- ⑤ رکوع والے
- ⑥ سجدہ والے

۱۔ قرآن حکیم، سورۃ احزاب، آیت نمبر ۳۱، الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۹۴، ج ۱۰
 ۲۔ قرآن حکیم، سورۃ طلاق، آیت نمبر ۱، سورۃ مائدہ، آیت نمبر ۲
 ۳۔ قرآن حکیم، سورۃ بقرہ، آیت نمبر ۳۷، الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۳۴
 ۴۔ قرآن حکیم، سورۃ دھر، آیت نمبر ۷، ۸، ۵۔ قرآن حکیم، سورۃ بینہ، آیت نمبر ۳۰، سورۃ حجر، آیت نمبر ۲۷-۲۸
 ۶۔ قرآن حکیم، سورۃ رحمن، آیت نمبر ۱۲
 ۷۔ قرآن حکیم، سورۃ رحمن، آیت نمبر ۱۲
 ۸۔ قرآن حکیم، سورۃ احزاب، آیت نمبر ۶
 ۹۔ قرآن حکیم، سورۃ زمر، آیت نمبر ۱، الرسالۃ القشیریہ، ص ۱۰۴
 نوٹ :- نقشہ یہ سلسلے کے مشائخ نے سالک کے لیے آٹھ شرائط تجویز کی ہیں :-
 ① ہوش دردم ② نظر بر قدم ③ سفر در وطن ④ خلوت در انجمن ⑤ یاد کرد ⑥ بزرگشت ⑦ نیک وداشت ⑧ یادداشت
 اسی طرح ① وقوف زبانی ② وقوف عددی ③ وقوف قلبی
 یہ ساری منہ طلبیات تصوف سے بیگانہ انسان کے لیے بظاہر عجیب لگتی ہیں مگر میں نے حسب قرآن ربکم کلمات و دیواریہ راز کھلا کہ کوئی نہ کوئی آیت کسی نہ کسی احطلاح کی تصدیق کر رہی ہے جو یہ احطلاحات سہ اطمینان پر چلنے والوں کی آسانی کے لیے وضع کی گئی ہیں اور ایسا کرنے کی کسی آیت یا حدیث میں ممانعت نہیں۔ مسعود
 ۱۰۔ قرآن حکیم، سورۃ آل عمران، آیت نمبر ۱۹۱۔

7 — بھلائی بتانے والے، اور 8 — برائی سے روکنے والے، اور

9 — اللہ کی حدیں نگاہ میں رکھنے والے —

اور خوش سناؤ — مسلمانوں کوٹے — (کہ وہ اللہ کا عہد وفا کریں گے تو اللہ انہیں جنت میں داخل کرے گا۔)

اب آپ خود فیصد فرمائیں کہ ہم میں سے کتنے اس قرآنی معیار پر پورے اترتے ہیں۔
 — تم تو دنیا کے پیچھے ایسے لگے ہیں کہ اپنا بھی ہوش نہیں —۔ مگر تو طالب بھیا کلاب —
 زمرے میں شامل نظر آتے ہیں — ان کی شان یہ تھی کہ اپنے گھر ہی سے نہیں اپنے دل سے
 دنیا نکال کر باہر پھینک دی تھی — کیونکہ اللہ کی نظر میں دنیا پر گاہ کے برابر بھی نہیں، خود فرما
 رہا ہے۔

”اگر یہ بات نہ ہوتی کہ کافروں کی دولت اور عیش و عشرت دیکھ کر سب کافر
 ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ منکرین کے مکاناتوں کی چاندی کی چھتیں اور سیڑھیاں
 بناتا جن پر چڑھتے، چاندی کے دروازے اور چاندی کے تخت جن پر تکیہ لگاتے،
 اور طرح طرح کی آرائشیں عطا فرماتا — مگر یہ جیتی دنیا کے اسباب ہیں
 — آخرت، رہنے والی دنیا تو پرہیزگاروں کے لیے ہے۔“ ۱

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں چند احادیث شریفہ بھی ملاحظہ فرمائیں:-

1 ”اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا چھمکے پر کے برابر بھی قدر رکھتی تو کافروں سے
 ایک گھونٹ پانی نہ دیتا۔“ ۲

2 ”جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر کرم فرماتا ہے تو اسے دنیا سے ایسا بچاتا ہے جیسا تم
 اپنے بیہ رگو پانی سے بچاؤ۔“ ۳

3 حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے،

۱۔ قرآن حکیم، سورۃ زخرف، آیت نمبر ۲۳-۲۵

۲۔ قرآن حکیم، سورۃ توبہ، آیت نمبر ۱۲

۳۔ مسند امام احمد، ج ۵، ص ۲۲۷

۳۔ ترمذی شریف، ص ۳۳۷

راستہ میں ایک مردہ بکری دیکھی — فرمایا اللہ کیسے بولتا ہے، اس نے
اسے بہت بے قدری سے پھینک دیا — دنیا میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنی بھی
قدر نہیں جتنی بکری والوں کے نزدیک اس مری بکری کی ہے۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا کو اپنے گمراہ اور اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے
— یہ آپ کا عظیم معجزہ ہے، اسی کو زبرد کہتے ہیں، صوفیہ نے اس پر عمل کیا، یہ حضور انور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے — جیسا کہ عرض کیا، حدیث ثانیہ میں آتا ہے — آپ —
● — غلاموں کی دعوت قبول فرمالتے تھے،

● — سواری کے لیے دراز گوش استعمال فرماتے تھے۔

● — صوف کا لباس زیب تن فرماتے۔

یہ خوبیاں آپ کو صوفیہ میں ملیں گی جن سے ہم نفرت کرتے ہیں — وہ مسیخوں
اور غریبوں کی دعوت قبول کر لیتے ہیں، ہم کو غریب سے ہی نفرت ہے اس کی دعوت یا قبول
کریں گے! — وہ معمولی سی معمولی سواری کو استعمال کر لیتے ہیں، ہم کو بڑی بڑی شاندار
گاڑیاں چاہئیں، ایک سے ایک اعلیٰ — وہ معمولی سے معمولی لباس پہن لیا کرتے ہیں، ہم
کو ایک سے ایک عمدہ کپڑا چاہیے — الغرض ہمارے رہن سہن میں سنت کی کوئی جھلم نہ
نہیں آتی، وہ سنت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے — قرآن کریم میں بھی زاہدوں کا ذکر
ہے جن کو وہ پیار ملا کہ:

● — دست قدرت نے خود سلایا، خود دکھایا۔

● — پھر خود سلایا، تھپتھپایا، کروٹیں بدلاؤں —

۱۔ مسلم شریف، ج ۲، ص ۴۰۷

۲۔ شہادہ ماحمد، ج ۱، ص ۳۶۸

نوٹ: امام ابو حنیفہ کے شاگرد عبداللہ بن مبارک (م۔ ۱۸۱ھ) نے کتاب از بدائم تیب و ناس میں زہد کی
فضیلت سے متعلق احادیث جمع کی گئی ہیں — مسعود

۳۔ قرآن حکیم، سورہ کھف آیت نمبر ۱۸۔

۳۔ قرآن حکیم، سورہ کھف، آیت نمبر ۱۲

● ان کے غار کے وہاں پر یادگار مسجد بنائی گئی ہے۔

● اللہ نے ان کو اپنی عظیم نشانی قرار دیا ہے۔

سب شکر صوفیہ اور اولیاء اللہ کی عظیم نشانیاں ہیں۔

مختلف صوفیہ کرام نے زہد کی فضیلت کے بارے بہت کچھ فرمایا ہے، نہ صرف فرمایا ہے بلکہ عمل بھی کیا ہے۔ مثلاً:

● شیخ حسن بصری (م ۱۱۱ھ/۲۹ء)۔

● شیخ ذوالنون مصری (م ۲۲۵ھ/۸۵۹ء)۔

● شیخ جنید بغدادی (م ۲۹۷ھ/۹۰۹ء)۔

● شیخ عبدالقادر جیلانی (م ۵۶۱ھ/۱۱۶۵ء)۔

● شیخ شہاب الدین سہروردی (م ۶۳۲ھ/۹۸۰ء)۔

● شیخ نظام الدین دہلوی (م ۷۲۵ھ/۱۳۲۳ء)۔

● سلطان بابو (م ۱۱۰۳ھ/۱۶۹۱ء) وغیرہ وغیرہ

موجودہ ذکر کے زہد کا یہ عالم تھا کہ اپنی زمین خود کاشت فرماتے جب فصل تیار ہو جاتی ہے جاتے تاکہ ضرورت مند اور حاجت مند فصل کاٹ کر لے جائیں، سب غریبوں کو معلوم تھا کہ یہ فصل ہمارے لیے لگائی جا رہی ہے۔ بيشك الخلق عيال اللہ

● شیخ جنید بغدادی نے تصوف کی جو تعریف کی ہے وہ سلطان بابو پر صادق آتی ہے آپ نے یہ تعریف فرمائی ہے:-

۱) ”مخلوقات کی موافقت سے دل کو صاف کرنا،

۲) طبعی اور انسانی اوصاف سے جدا ہونا،

۳) بشری صنات کا فنا ہونا،

۴) انسانی خواہشات سے گریز کرنا،

- ⑤ روحانی صفات کا طلب گار ہونا،
- ⑥ حقیقی علوم سے متعلق ہونا،
- ⑦ دائمی اچھے کاموں کو اختیار کرنا،
- ⑧ تمام امت کا خیر خواہ ہونا،
- ⑨ حقیقی طور پر اللہ تعالیٰ کا وفادار ہونا،
- ⑩ شریعت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیروکار ہونا،
- ⑪ ایسی دیگر صفات اور برکات کا حاصل ہونا۔

۲

ظاہر و باطن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرنا ہی تصوف ہے، اسی پیروی کا نام شریعت بھی ہے اور طریقت بھی، ظاہر کی پیروی شریعت ہے، باطن کی پیروی طریقت ہے۔ ہم تو ظاہر میں بھی پیروی نہیں کر رہے بلکہ ہم راضی زانیں تو باطنیہ ہے۔

— باطن میں کیا پیروی کریں گے؟ — جب ہم حضرات اولیاء و صوفیہ کے اقوال و اعمال پر نظر ڈالتے ہیں تو وہاں شریعت کی جلوہ گری نظر آتی ہے۔ — سنیے شریعت اور پیروی سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں وہ کیا کہتے ہیں؟ —

● — امام مالک (م۔ ۱۷۹ھ/ ۷۹۵ء) فرماتے ہیں: —

”جس نے علم فقہ حاصل کئے بغیر راہ تصوف اختیار کی وہ زندیق ہوا۔ —
اور جس نے علم فقہ حاصل کیا، تصوف کے راستہ پر نہیں چلا وہ فاسق ہوا۔ —
جس نے ان دونوں کو جمع کیا وہ صحیح مومن ہے۔“

● — شیخ عبدالقادر جیلانی (م۔ ۵۶۱ھ/ ۱۱۶۵ء) فرماتے ہیں:

”اگر حد و شریعت میں سے کسی حد میں خنل آیا تو جان لے کہ تو فتنہ میں پڑا ہوا ہے۔ — بے شک شیطان تیرے ساتھ کھیل رہا ہے۔“

۱۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف، ترجمہ مخطوطہ علامہ محمد عبدالحق محدث دہلوی، ص ۱۲۰

۲۔ ایضاً، ص ۲

● — **شیخ شہاب الدین سہروردی** (م۔ ۷۳۰ھ / ۱۳۸۰ء) فرماتے ہیں۔

”جس حقیقت کو شریعت رد فرمائے، وہ حقیقت نہیں، بدیہی ہے۔“

● — **جنید بغدادی** (م۔ ۲۹۰ھ / ۹۰۹ء) فرماتے ہیں۔

”جس نے نہ قرآن یاد کیا، نہ حدیث لکھی (یعنی علم شریعت سے آگاہ نہ ہوا)

شریعت میں اس کی اقتداء نہ کریں، اسے اپنا رہبہ نہ بنائیں کہ ہمارا یہ علم

شریعت ہاں کتاب و سنت کا پابند ہے۔“

● — **شیخ محی الدین ابن عربی** (م۔ ۶۳۸ھ / ۱۲۴۰ء) فرماتے ہیں۔

”خبر دار! علم ظاہر جو شریعت کی میزان ہے اسے ہاتھ سے نہ چھوڑنا بلکہ جو

چھوٹا س کا حکم ہے فوراً اس پر عمل کرو۔“

● — **امام غزالی** (م۔ ۵۰۵ھ / ۱۱۱۱ء) شیخ سقینی (م۔ ۲۵۰ھ / ۸۶۲ء) کی

دعائی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جس نے پہلے حدیث و علم حاصل کر کے تصوف میں قدم رکھا وہ فلاح کو

پہنچا۔ اور جس نے علم حاصل کرنے سے پہلے صوفی بنا چاہا اس نے اپنے

کو ہلاکت میں ڈال دیا۔“

● — **شیخ محمد عارف ریوگری** (م۔ ۶۳۲ھ / ۱۲۳۶ء) فرماتے ہیں:

”اے عارف! جب تک اپنے اقوال و اعمال و احوال میں بغیر کسی بیشی کے

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سدیہ اور شریعت رفیعہ کی پیروی

نہ کرے گا باشبہ تو مقبولوں اور واسلوں کے زمرے میں نہ ہوگا۔“

● — **شیخ عبدالوہاب شعرانی** (م۔ ۹۷۳ھ / ۱۵۶۵ء) فرماتے ہیں:

۱۔ شہاب الدین سہروردی عوارف المعارف، مصر، ج ۱، ص ۳۳

۲۔ عبدالوہاب شعرانی، ایواقیت الجوابیہ فی عقائد الاکابر، ج ۱، ص ۱۳۹

۳۔ عبدالوہاب شعرانی، کتاب ایواقیت و الجوابیہ، ص ۲۲

۴۔ امام غزالی، احیاء علوم الدین، ص ۱۳

۵۔ عارف ریوگری عارف نامہ (ترجمہ اردو قدیر محمد قریشی، کراچی) ص ۱۹۹، ص ۹

(۱) — ”تصوف کیا ہے؟ — بس احکام شریعت پر بندے کے عمل کا خلاصہ ہے — علم تصوف، چشمہ شریعت سے نکلی ہوئی نہایت نازک (ب) — تمام اولیاء کرام کا اجماع ہے کہ طریقت میں صدر بننے کا لائق نہیں مگر وہ جو علم شریعت کا دریا ہو۔“ ۲

● — **شیخ احمد سرہندی** (م۔ ۱۰۳۲ھ / ۱۶۲۲ء) فرماتے ہیں:۔

”طریقت و شریعت ایک دوسرے کے عین ہیں، ہاں برابر جی ان دونوں میں فرق نہیں — جو چیز شریعت کے خلاف ہے، وہ مردود ہے۔“ ۳

● — **شیخ عبدالحق محدث دہلوی** (م۔ ۱۰۵۲ھ / ۱۶۴۲ء) فرماتے ہیں:

”تصوف، فقہ کے بغیر نہ صرف یہ کہ کافی نہیں بلکہ صحیح ہی نہیں — تصوف کی طرف رجوع، فقہ کے ساتھ جائز ہے۔“ ۴

● — **شیخ عبد الغنی نابلسی** (م۔ ۱۱۲۳ھ / ۱۷۱۰ء) فرماتے ہیں:

”اے ناقل! — اے حق کے طالب! دیکھو، یہ عظیمائے مشائخ طریقت، یہ کبرائے ارباب حقیقت، سب کے سب شریعت مقیم و ک تعظیم کرتے ہیں۔“ ۵

● — **حاجی محمد امدا اللہ** چشتی مہاجر کی (م۔ ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء) تحریر فرماتے ہیں:

”پہلا مرتبہ (زبان سے اقرار) شریعت ہے اور دوسرا مرتبہ (دل کی تصدیق) طریقت، ان سے کوئی مرتبہ بھی دوسرے کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ حدیث شریف **انما الاعمال بالنیات** (اعمال کا دار و مدار نیقوں پر ہی ہے) کی مراد یہی دل کی تصدیق ہے۔“ ۶

● — **شیخ احمد رضا فاضل بریلوی** (م۔ ۱۳۲۰ھ / ۱۹۲۱ء) فرماتے ہیں:

۱۔ المطبقات اللمبری، ج ۳

۲۔ الطبقات امیری، ج ۲

۳۔ احمد سرہندی، مکتوبات، جلد اول، امرتسر ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء) مکتوب نمبر ۳۶، ج ۹

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تحصیل التعرف فی معرفة الفقه و التصوف، ترجمہ اردو جامعہ محمد عبد العظیم شریف قادری، ج ۱

۵۔ عبد الغنی نابلسی، حدیقہ ندیہ، ج ۱، ص ۱۳۰-۱۳۱

۶۔ تحریظ برانوار التمسجد فی ادلة التوحید از مفتی محمد انوار اللہ سابق مدرسہ دارالعلوم دیوبند، ریاست دہلی، ج ۱، ص ۱۱۱

”یقیناً طریقت راہ ہی کا نام ہے اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو شہادت
قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک — جنت میں نہ لے
جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود
فرما چکا، لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت یہی شریعت ہے۔“

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ ہر صوفی، ہر ولی شریعت کی بات کر رہا ہے، ظاہر و باطن میں
شریعت پر عمل ہی تقویٰ ہے، متقی ہی صوفی اور ولی ہے جس کے لیے قرآن کا ارشاد ہے۔

ان اولیاءہ الا المتقون ۝ (الانفال: ۳۴)

(ترجمہ) ”اس کے اولیاء تو پر بیزار ہی ہیں۔“

یہ سارے حقائق اس حقیقت کی غمازی کرتے ہیں کہ صوفیہ کے پاس کچھ ہے جیسی تو
شایان وقت کتنے چپے آرہے ہیں — بلاشبہ تصوف ہر دور کی ضرورت ہے — اور اس
دور کی بھی ضرورت ہے — ہر شعبہ زندگی کو تصوف کی ضرورت ہے — بیشک :-

- — تصوف روح اسلام ہے،
- — تصوف جان ایمان ہے،
- — تصوف بندگی ہے،
- — تصوف زندگی ہے،
- — تصوف سادگی ہے،
- — تصوف ہمدردی و غمخواری ہے،
- — تصوف دل داری و دل نوازی ہے،
- — تصوف سیرت مصطفیٰ ہے،
- — تصوف صدق ابو بکر ہے،
- — تصوف ضرب حیدر ہے،

احمد رضا، امام: مقال العرفاء باعزاز شرع و علماء (۱۳۳۷ھ) مطبوعہ بزم تاقی، کراچی ص ۷

- — تصوف فقر و نیاز ہے۔
- — تصوف عبادت و زیارات ہے۔
- — تصوف معیشت و موثرات ہے۔
- — تصوف خزینہ رحمت ہے۔
- — تصوف تہذیب و تمدن ہے۔
- — تصوف عقل کا جامع گروہ ہے۔
- — تصوف ذہن کا درست گروہ ہے۔
- — تصوف پرہیزگار ہے۔
- — تصوف روشن رویوں کا ہے۔
- — تصوف شکر گزار ہے۔
- — تصوف حیدر گزار ہے۔
- — تصوف سکون دہ ہے۔
- — تصوف دوائے دردوں ہے۔
- — تصوف بہار ہے خزاں ہے۔
- — تصوف بحر و بر ہے۔
- — تصوف جہاں گیروں کا گمراہ ہے۔
- — تصوف بصیرت و بصارت ہے۔
- — تصوف فرمانِ حق ہے۔

احقر

محمد مسعود احمد عثمانی عنہ

۱۷/۲ اے ای

پی۔ ای۔ سی۔ ایچ۔ ۱۰ مانی
کراچی، سندھ، پاکستان

باب نمبر ۱

تذکرہ

حضرت باباجی غلام رسول
نقشبندی مجددی مدنی

مرتبہ

محمد مقصود حسین قادری نوشاہی اویسی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
نُحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۝

ولادت، تعلیم و ملازمت

● — باباجی غلام رسول کے والد گرامی ولی محمد (المعروف بہا درزی) تھے ان کی دکان جالندھر (حال مشرقی پنجاب، بھارت) کے بازار دیوان خانے والے میں تھی۔ باباجی کی ابتدائی تعلیم محلہ پنج پیر کی جامع مسجد میں ہوئی۔ استاد حافظ محمد یوسف تھے۔ تاہم بسم اللہ شریف مولانا حکیم سید فضل محمد نے کرائی۔

● — باباجی نے ایک موقع پر فرمایا:

”میری عادت تھی چودہ سال کی عمر سے ہی نماز اور تہجد قضا نہیں ہوئی۔ پھر اس زمانے کی بات سنانے لگے کہ میں حساب میں کمزور تھا۔ صبح حساب کا امتحان تھا میں اس وقت چھٹی کلاس میں پڑھتا تھا۔ تہجد کے بعد تسبیح کر رہا تھا کہ اُوں گھ آئی تو اسی وقت ایک بورڈ پر جمع کا سوال لکھا ہوا نظر آیا۔ ساتھ نیچے جواب بھی لکھا ہوا تھا آواز آئی کہ اس کا جواب یاد کر لو۔ اس زمانے کے مطابق بورڈ پر سوال لکھ کر امتحان لیا جاتا تھا۔ جب میری باری آئی تو وہی صبح والا سوال لکھا ہوا تھا۔ میں نے بغیر صحیح کئے ہی جواب لکھ دیا۔

پھر ”بھرم شالہ“ میں ایک ڈاکخانے میں ملازم ہو گیا اور روزے رکھنے بھی

شروع کر دیئے۔

● — باباجی غلام رسول ندل کلاس میں تھے کہ ڈاکخانوں کا ایک انگریز

سپرٹنڈنٹ محکمانہ (کلرک) بھرتی کرنے کیلئے جالندھر آیا، آپ بھی امیدوار تھے۔ ان کے

۱۔ سید فضل محمد، سید محمد العزیز شرقی المدنی کے والد بزرگوار تھے۔ اشفاق حسین قریشی، لاہور ص ۱۸۹

۲۔ اعجاز خورشید (مدینہ منورہ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ ص ۹۱

ملا وہ اور بھی بہت سے لڑکے تھے۔ سپرنٹنڈنٹ نے سب امیدواروں سے انگریزی میں املا لکھوائی۔ سب سے زیادہ خوبصورت خطاط سے پاک باباجی کا تھا۔ چنانچہ انہیں کلرک بھرتی کر لیا گیا۔

● باباجی نے ایک اور موقع پر فرمایا:

”پیدائش تو جالندھر کی ہے۔ باباجی اور بھائی درزئی کا کام کرتے تھے لیکن مجھ کو یہ پسند نہیں ہوا اور میں اسکول میں پڑھنے لگا۔ جب میٹرک کر کے پوسٹ آفس میں ملازم ہوا تو نئی صدی کے شروع کا تیسرا چوتھا سال تھا۔ پھر دس بارہ سال کا مکیا میری تنخواہ اس زمانے میں (تینتیس) ۳۳ روپے ہو گئی تھی۔ پھر جنگ عظیم شروع ہو گئی۔ اس وقت میری عمر ۳۵، ۳۶ (پینتیس، چھتیس) سال کی تھی، بالکل جوان تھا، داڑھی کالی تھی اور بدن مضبوط تھا۔“

شخصیت و مزاج

● ان کے مزاج اور شخصیت کو سمجھنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ خاموش رہتے تو گھنٹوں خاموش رہتے۔ کافی لوگ آتے تو مختصر سلام کر کے چلے جاتے۔ اس وقت ان کی کیفیت سے ایسا محسوس ہوتا جیسے اندر ہی اندر کہیں مصروف ہوں۔ بھنویں چڑھی ہوئی، کہیں اور ہی مصروف دید آنکھیں، گرم سم۔ لیکن یہ نہیں تھا کہ باباجی اس عالم میں کسی کونے میں جا بیٹھتے ہوں یا آنکھیں موند کر مراقبے میں چلے جاتے ہوں، ہرگز نہیں وہ اپنے کام کرتے رہتے، عام لوگوں کی طرح بیٹھے ہوتے، لوگوں کو مشروبات کے ذبے کھول کر دیتے۔ تبرک تقسیم کرتے رہتے، بلیوں کی دیکھ بھال کرتے رہتے، ان کو پیر دیتے رہتے۔“

● باباجی کو دیکھ کر مجھے بالکل حیرانی نہیں ہوئی کیونکہ دو اڑھائی سال سے

میرے ذہن میں باباجی کی ایک شکل اور شخصیت موجود تھی اور باباجی جس ظاہری حالت میں

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور) باباجی نام رسول، ص ۱۹۰

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان شہر): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۳

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان شہر): فیض جاری ہے۔ ص ۲۲۸-۲۲۹

مجھے دکھائی دے رہے تھے وہ ان کی وہ شخصیت تھی جس میں وہ کرامتوں نے اپنی نہیں دیونی
کرنی تھی۔۔۔ یہ بات مجھے شرقپور والی سرکار نے بتائی تھی کہ:

”ولی کا اصل حلیہ اور شخصیت وہی ہوتی ہے جو اس کے چاہنے والے کے
ذہن میں ولی سے ملنے سے پہلے آتی ہے۔۔۔ اور ملنے کے بعد جو حلیہ اور

شخصیت دکھائی دیتی ہے وہ اس کی دیونی کا یونیفارم اور دیونی کا انداز ہوتا ہے۔“

سرکار شیر محمد شرقپوری عالیہ الرحمہ نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لے کر
اولیائے کرام تک مثالیں دی تھیں۔ اس لئے بابا جی کو پہلی بار دیکھ کر ان کی عظمت اور دیونی کی
اہمیت کا بخوبی اندازہ ہو گیا تھا، کیونکہ وہ جو کام کر رہے تھے وہ ہرگز ایسی باتیں اور رہنمائی
سہولت اور حلیے شریف کے ساتھ نہیں کر سکتے تھے۔

انداز گفتگو

بابا جی پنجابی کلچر کے نمائندے تھے بظاہر اردو ہی میں بات کرتے تھے بلکہ کبھی کبھی تو
نہایت لائق ایم۔ اے پاس اردو کی طرح شاندار اردو میں گفتگو فرماتے گتے تو کبھی اردو پنجابی
مکس کر دیتے اور کبھی پنجابی بولنا شروع کر دیتے۔ ان کا مسند زبان کا نہیں تھا ان کا مسند
مطلب بیان کرنا تھا، وہ جو کہنا چاہتے تھے وہ کسی طرح بیان کر دیتے تھے اسی طرح بعض
اوقات انگلش کے الفاظ اور بعض ہندی کے الفاظ بھی ان کے منہ سے بھلے معلوم ہوتے۔ جو بچہ
بھی ہو ان کا بولنے کا اسٹائل تھا۔ اپنی باریک سی آواز میں وہ کلمات کے راز کھولتے چھے جاتے
لیکن انداز ایسا ہوتا جیسے کوئی عام سی گھریلو قسم کی بات کر رہے ہوں۔ انہوں نے احکامات
خداوندی، ارشادات نبوی، حیاتِ طیبہ رسول پاک، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور
واقعات اولیائے کرام کو بھی اسی سادگی کے ساتھ بیان کیا ان کا انداز کبھی بھی عالمانہ اور خطیبانہ
نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی وہ کبھی عالموں، دانشوروں اور صوفیوں کی طرح پند و نصیحت کرتے تھے۔

۱۔ عبد اشکور، الحاج صاحب (لاہور): کیسے کیسے لوگ، ص ۳۰۹

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان شہر): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۹-۲۵۰

سلسلہ طریقت

بابا جی کا سلسلہ طریقت تو نقشبندی مجددی تھا مگر انہوں نے دوسرے سلاسل کے بزرگوں سے بھی فیض پیا جس کی تفصیل ان کے ملنے والے عقیدتمندوں نے بیان کی۔ یہاں ہم چند اقتباسات پیش کرتے ہیں:

● — بابا جی کی مراقبہ کرنے کی عادت تھی کیونکہ ان کے مرشد حضرت قبلہ حافظ عبدالمکریم نقشبندی رحمہ اللہ تعالیٰ عید گاہ شریف والے (راولپنڈی) مراقبے کو بہت افضل سمجھتے تھے یہ انہی کی تربیت کا اثر تھا۔

● — بابا جی نے طریقت میں حضرت قبلہ حافظ عبدالمکریم نقشبندی (راولپنڈی) سے بیعت کی تھی اور حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ صاحب (گولڑہ شریف) سے بھی تعلق تھا۔ فرمایا کرتے تھے کہ یہ حضرت قبلہ پیر سید مہر علی شاہ کی دعا کا فیض ہے کہ میں یہاں تک پہنچا ہوں اور اس مقدس ترین مقام میں مقیم ہوں۔

● — روحانیت میں بابا جی کا مقام بہت بلند تھا جو ہمارے خیال و گمان سے بالا تر ہے جیسا پہلے عرض کیا گیا اول آپ نے نقشبندی سلسلے میں حافظ عبدالمکریم صاحب (عید گاہ شریف راولپنڈی) سے بیعت کی تھی آخر میں کسی غیبی اشارے کے تحت زندہ پیر آف گھمکوال شریف والوں سے ۱۳۹۸ھ میں مدینہ منورہ میں تجدید بیعت نقشبندی مجددی سلسلے کے مطابق کی۔ بحمد اللہ! آپ کا ویسے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست تعلق تھا اور آپ کی دربار اقدس تک رسائی تھی۔ جس کا حال کبھی کبھی ارشاد فرماتے تھے۔

● — آپ نے زندگی بھر کسی کو مرید نہیں کیا ویسے عقیدتمندوں کی تعداد صد ہا تھی — آپ بدیہ بہت کم قبول فرماتے تھے۔ اگر کوئی صاحب کوئی بدیہ سامان وغیرہ لاتے تو

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے۔ ص ۹۲

۲۔ عبدالمعید، مدینہ منورہ، بابا جی غلام رسول۔ ص ۱۱۱

۳۔ ایضاً: ص ۱۱۲

اسی قدر یا اس سے زیادہ ان کو پیش فرمادیتے تھے۔

باباجی کا مسلک، مسلکِ محبت تھا

خود فرماتے ہیں، ہماری محبت میں لالچ نہیں ہے۔ ہمارا کام محبت کرنا اور محبت پیدا کرنا ہے۔ ہم نے محبت پیدا کر دی ہے اور تم میری طرف محبت سے دیکھ رہے ہو، میں محبت کے سفر میں آخری آدمی نہیں ہوں۔ میں تو تمہارا پہلا قدم ہوں۔ آگے بڑھو اور منزل میں طے کرو۔ جھولی بھرو اور آگے جاؤ ابھی بہت سفر ہے اور زندگی بہت تھوڑی۔ یہ بات باباجی نے سلیم مغل (رحیم یار خاں) سے کہی۔ ان کا بیان ہے کہ ہم نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے ان کی آواز کی تلخی نہ جانے کہاں گم ہو گئی تھی اور آواز میں گلوگی کی شناس ہو گئی تھی۔ کیا عجیب پیار تھا ان کا؟ ہم دنیا دار کہاں سمجھ سکتے ہیں ان ہستیوں کی عظمت کو۔

● جس سے دل بندھ جائے اس کو پیر بنا لو چاہے کسی بھی سلسلے کا ہو جو پتے

پیر ہوں گے۔ پیران پیر یقیناً ان کے آگے ہوں گے۔ سارے سلسلے ایک ہیں سب ایک ہی لڑی کے موتی ہیں اور موتی جتنے سچے ہوں گے اتنے اچھے ہوں گے ورنہ اللہ سب کا بھلا کرے۔

بزرگوں سے محبت

ہم باباجی کی زبان مبارک ہی سے بزرگوں سے عقیدت و محبت کے احوال ذیل میں

ترتیب وار درج کرتے ہیں:

● باباجی کو بچپن ہی سے صوفیائے کرام کے مزارات پر حاضری کا شوق تھا۔

چنانچہ وہ اپنے شہر جالندھر میں حضرت امام ناصر الدین، حضرت شاہ سکندر اور حضرت شاہ

علیم اللہ کے مزارات پر روزانہ حاضر ہوتے۔ دعائے مانگتے اور کہوتروں کو دانہ ڈالتے۔

۱۔ حضرت عبدالحمید صاحب، مدینہ منورہ: باباجی غلام رسول۔ ص ۱۱۲

۲۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ وہی دیکھا۔ ص ۱۶۵

۳۔ حاجی مقصود حسین (لاہور): باباجی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی یادیں۔ ص ۱۷۲

۴۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی بایوں والے۔ ص ۱۸۹

● — مجھے حکم ملا کہ میں سرکارِ غوثِ اعظم کی بارگاہ میں حاضری دوں، میں بارہ سال وہاں حاضر رہا۔ ایک روز مجھے خیال آیا اور میں نے غوثِ پاک کی خدمت میں عرض کی کہ میں درزی کا بیٹا ہوں لیکن مجھے سینا نہیں آتا۔ اگر مجھے سلائی کرنا آجائے تو میں آپ کے خدمتوں کی گدڑیاں ہی سی دیا کروں — رات کو سرکارِ غوثِ اعظم تشریف لائے اور دھانے سمیت سوئی پکڑادی۔ میں سویرے اٹھا تو مجھے لگا کہ میں اچھا خاصا درزی ہوں۔ پھر میں پورے اطمینان کے ساتھ خدمتوں کی قمیض، گدڑیاں سینے لگا۔ جیسے بہت عرصہ سے اس کام میں ماہر ہوں۔ پورے بارہ سال بغداد میں رہا جس میں سے چھ سال حضرت غوثِ پاک کے دربار میں گزارے۔

● — حضرت شاہِ علیم اللہ علیہ الرحمہ کے بارے میں باباجی نے بتایا کہ:

”اگر کچن کے زمانے سے ہی انہیں ایسا لگتا تھا کہ شاہ صاحب ان پر مہربان ہیں اور شفقت فرماتے ہیں، یہ شفقت ایسی ہی تھی جیسے کوئی چاچا تیار کرتا ہے۔ بعد میں یہ بھی محسوس ہونے لگا کہ شاہ صاحب ان کے خیالات کو پسند کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ مزار مبارک پر بیٹھ کر شاہ صاحب سے خیال ہی خیال میں باتیں بھی کرتے تھے لیکن اس طرح کہ کوئی انہیں اس عالم میں دیکھ نہ لے اور اندر کا حال سمجھ نہ لے۔ ان کے ذہن میں شاہ صاحب کا ایک سراپا بھی تھا اور وہ شاہ صاحب کو زندہ ہی سمجھتے تھے۔ انہیں مزار مبارک پر تنہا جانے میں کوئی خوف نہ آتا بلکہ وہ ایسے اوقات میں وہاں جانا پسند فرماتے جب عام لوگوں کی وہاں آمد و رفت نہ ہو اور وہ حضرت شاہِ علیم اللہ علیہ الرحمہ کے ساتھ گھنٹوں بات کر سکتے۔ تلاوت قرآن پاک کر کے ان کو سنا سکتے اور نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنا کر ان سے داد و وصول کر سکتے۔“

● — ایک دن حضرت شاہِ علیم اللہ علیہ الرحمہ کے مزار پر حاضر تھے کہ ندا آئی:

”مانگو کیا مانتے ہو۔“ ان دنوں باباجی اسکول میں زیرِ تعلیم تھے۔ عرض کیا کہ ”دعا کیجئے میں

۱۔ منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور) باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۳۲۶-۳۲۷

۲۔ اظہار الحق، کراچی پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۲۳-۱۲۴

امتحان میں پاس ہو جاؤں۔“ ندا آئی: ”اس سے بھی بڑھ کر یہ خوشخبری ہے کہ تم روزانہ ہمارے کبوتروں کو دانہ ڈالتے ہو۔ رب العالمین تمہیں مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے کبوتروں کو دانہ ڈالنا نصیب کرے گا۔“ اور واقعی یہ ہوا۔ باباجی ہمیشہ کیلئے مدینہ منورہ اور مکہ کے کبوتروں کے تھے۔

● ۲۰ مارچ ۱۹۰۴ء دوپہر وہ پورے پونیس سال کے ہو گئے تھے اس روز

ظہر کی نماز کے بعد جب سڑکوں پر لوگوں کی آمد و رفت کم م تھی وہ حضرت شاہ سلیم اللہ کے مزار مبارک کے احاطے میں داخل ہوئے کہ آج شاہ صاحب سے اپنی عمر کے نئے سال بیٹے دعائیں لیں۔ لیکن وہ حیران رہ گئے کہ آج اس دوپہر کی تنہائی میں کوئی نخل ہو گیا تھا۔ ایک ضعیف آدمی جو مزار مبارک کے اندر زمین اسی جگہ پر بیٹھا ہوا تھا جہاں بیٹھنا اس جوان کا معمول تھا۔ رطل پر قرآن مجید کھولے بہت دھیمی آواز میں وہ تلاوت کر رہا تھا اور اس نو جوان نے آمد سے بالکل بے خبر تھا جو اپنی جگہ پر کسی اور کو بیٹھا دیکھ کر الجھنے لگا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا اس ضعیف آدمی کے قریب پہنچا کہ کہیں اس پاس ہی بیٹھ جائے گا۔ لیکن اس کے تو جیسے ہوش ہی اڑ گئے۔ وہ آدمی اور کوئی نہیں بلکہ ویسا ہی تھا جیسا آپ نے خیال میں برسوں سے حضرت شاہ سلیم اللہ کا سراپا بنا رکھا تھا۔ گھبرا کر اس نے سلام کیا تو نظر اٹھا کر شاہ صاحب نے اس کی طرف دیکھا۔ آیت پوری کر کے تلاوت ختم کر دی، قرآن پاک بند کر دیا اور غلیم السلام کہتے ہوئے اپنا دایاں ہاتھ اس کی جانب یوں بڑھایا جیسے اس کے سر پر شفقت سے رکھنا چاہتے ہوں۔ وہ تھکیر میں ڈوبا اور پھر ان کے آگے دوڑا نو ہو کر بیٹھ گیا۔ شاہ صاحب نے اس کے گال تھپتھپاتے ہوئے فرمایا: خوش ہو؟ وہ کچھ نہ بول سکا، البتہ اس بات میں سر ہلایا۔ فرمایا: ”چوبیسواں سال مرد کا آغاز ہوتا ہے، چھتیسواں تشکیلی ذات، بیالیسواں نقاب اور اکیاونواں فیصلہ کن، ساٹھواں تکمیل ذات اور پھر آگے ہی آگے۔“

● ایک بار میں نے باباجی سے پوچھا کہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور): باباجی بلیوں والے۔ ص ۱۸۹-۱۹۰

۲۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۲۳-۱۲۵

کے دربار مبارک میں حاضری سے پہلے بھی آپ اور کسی دربار میں حاضر ہوا کرتے تھے؟ باباجی ٹرنگ میں آگئے بتانا شروع کر دیا کہ میں جب جالندھر میں تھا تو وہاں حضرت شاہ سکندر کے مزار پر جاتا تھا وہاں حضرت امام ناصر الدین کا مزار بھی تھا جہاں میں حاضری دینے جایا کرتا تھا۔ حضرت شاہ سلیم اللہ کے مزار میں زیادہ بیٹھتا تھا اور کبوتروں کو دانہ وغیرہ ڈال کرتا تھا بڑا اچھا وقت تھا۔ درباروں کا اپنا ماحول ہوتا ہے۔۔۔ بادشاہوں کے درباروں کی رونق کا تو مجھے اتنا تجربہ نہیں، لیکن ان بزرگوں کے درباروں میں جو وقت گزرا اور وہاں کی جو رونقیں دیکھیں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا لیکن جو ان رونقوں کو جانتے ہیں، وہ نصیبوں والے ہیں۔۔۔ نہر اور ناونوں کا پانی ندی میں اور ندی کا پانی سمندر میں جاگرتا ہے۔۔۔ یہ جاگرتا کیا چیز ہے؟۔۔۔ یہ پانی کا پانی سے ملنا ہے۔۔۔ لیکن پانی بھی پانی سے کیسے ملتا ہے؟۔۔۔ ایک انتظار کرتا ہے اور دوسرا اس کی طرف آتا ہے۔۔۔ ایک پانی آ رہا ہوتا ہے اور ایک پانی اس کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔۔۔ بس یہی ماحول ہوتا ہے ان درباروں میں۔

●۔۔۔ گھمبول شریف والے زندہ پیر آئے۔ باباجی کی قدم بوسی کی۔ اس وقت ۱۹۸۶ء میں پیر صاحب کی عمر باباجی سے آدھی سے بھی کم ہوگی، مگر باباجی فندق سرور میں جہاں پیر صاحب ٹھہرے تھے میرے ساتھ گئے اور انہیں نئے لٹھے کے تھان میں لپیٹ کر جھاڑو پیش کیا اور وہ جھاڑو بیا تھا اور کہاں کہاں استعمال ہوا تھا اسکی تفصیل یہاں نہیں لکھی جاسکتی صرف سمجھ لینا ہی کافی ہے۔۔۔ باباجی جیسی ہستی کو اپنے ڈیرے میں دیکھ کر میں نے خوب نوٹ کیا کہ جس گدے پر پیر صاحب بیٹھے تھے لڑکھڑا گئے تھے۔ جس دن پیر صاحب نے واپس جانا تھا۔ باباجی نے دس کلو کھجوریں اور ایک درجن ٹوپیاں میرے ہاتھ اٹکے لئے روانہ کیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا:

باباجی بزرگانِ دین، علماء، عرفاء سے بہت عقیدت رکھتے تھے اور محبت

۱۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور) باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۶۸

۲۔ اعجاز خورشید احمد، مدینہ منورہ: رسول پاک (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیارے۔ ص ۱۰۳

فرماتے تھے۔ نقشبندیہ سلسلے کے مشہور و معروف بزرگ حضرت پیر سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری غایہ الرحمہ کے بارے میں اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

● — ابو العرب پیر سید جماعت علی شاہ دنیاوی علم، دینی علم رکھنے والے، دل والے، خوب اچھا بولنے والے اور ایسا بولنے والے کہ اقبال شاعر بھی ان کے آگے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا تھا۔ کیسی کسی ڈیوٹیاں ملتی ہیں اوپر سے۔ دنیاوی تعلیم حاصل کی اور کام کرنے پڑے دین کے۔ علی گڑھ کالج کینے چندہ جمع کرنے گئے جماعت علی شاہ۔ لوگ سمجھ نہیں پاتے تھے کہ کون ہے؟ کیسا رتبہ ہے؟ کیا مقام ہے؟ کہاں سے ڈیوٹی لگی ہے؟ کہاں سے توفیق ملتی ہے بلکہ یہ بھی سُنو۔ پاکستان بنانے کی تحریک میں کام کیا۔ سیاسی لوگ تھے؟ نا، نا۔ بس ڈیوٹی۔ پیر صاحب نقشبندی تھے اور خوب نام پایا۔ اللہ تعالیٰ درجات کی بلندی فرمائے۔ یہاں تشریف لاتے تھے اور بڑی سخاوت فرماتے تھے۔ ”ابو العرب“ مشہور ہو گئے تھے جب بھی آتے مجھے ضرور بلواتے تھے، بڑے مہربان تھے۔

● — ایک دفعہ محترم بخششی صاحب مرحوم جو حضرت قبلہ پیر سید جماعت علی شاہ غایہ الرحمہ کے خلیفہ تھے اور باب السلام میں ایک مکان میں مقیم تھے، بابا جی کو یہ دفرمایا اور کہا کہ میرے پاس تیس ہزار ریال موجود ہیں جو آپ مستحق فقراء کو تقسیم فرادیں۔ آپ نے اسی وقت ٹیکسی لی اور روانہ ہو گئے۔ یہ عشاء کے بعد کی بات ہے جب فجر کو تشریف لائے تو پوچھا کہ چھ بچا تو فرمایا کہ سب رقم بیواؤں اور یتیموں کو رہا توں میں اپنے ہاتھوں سے دے دی ہے۔ بابا جی نے ریال کا کبھی خیال نہیں فرمایا جو آیا اسی وقت فقراء میں تقسیم کر دیا۔

● — فرمایا یہ اتنی بڑی ہستی ہیں، مولانا ضیاء الدین قادری صاحب سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں۔ سرکار غایہ الصلوٰۃ والسلام کی نوازشات سے آج ان کا آستانہ قادریہ

۱۔ سلیم مغل (رحیم یار خان) میں نے زندہ ولی دیکھا۔ ص ۱۶

۲۔ حضرت عبدالحمید (مدینہ منورہ): بابا جی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۱۰

مشق رسول کا نور ہی نور لٹاتا ہے۔ ان کی محفلِ نعت کا سرکار کے حضور میں جو مقام ہے وہ نصیبوں والوں کو ملتا ہے۔ نور محمد مستری جنہوں نے دربار کے مینار بنائے ہیں، وہ بھی سیالکوٹ کے رہنے والے ہیں اور مولانا ضیاء الدین قادری صاحب کے ہاں اکثر نعت سنانے جاتے رہتے ہیں، انہوں نے ایک روز بتایا کہ مولانا صاحب فرماتے ہیں کہ تم غلام رسول سے کیوں نہیں کہتے کہ سرکارِ عالیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کریں کہ ضیاء الدین صاحب جنت دیکھنا چاہتا ہے، آخرت کا کیا پتہ، معاملہ بنے نہ بنے، یہاں دنیا ہی میں ایک بار جنت کا نظارہ کرا دیں۔ چاہے کھلی آنکھ سے چاہے بند آنکھ سے۔ خواب میں سہی۔ سرکارِ عالیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ کیا مشکل ہے۔

● نعت کا بڑا مقام ہے اور سرکارِ عالیہ الصلوٰۃ والسلام کی مدح کرنے والوں کو ہر شے پیار کرتی ہے۔ مولانا ضیاء الدین صاحب درود و سلام اور نعت کی جو محفل سجاتے ہیں اس کی آوازیں کہاں کہاں پہنچتی ہیں اور کہاں کہاں سنی جاتی رہی ہیں بتا نہیں سکتا۔ نعت چہ دل سے پہنچی جائے تو محبت ہے ورنہ شاعری۔

● باباجی حضور کچھ عرصے حضرت مولانا ضیاء الدین کے ہاں لنگر بھی پکاتے رہے۔ ۱۹۵۰ء سے ۱۹۶۰ء کے درمیان یہ خدمت کی۔ جب ان کی صحت اس قابل تھی۔

● ایک دفعہ باباجی بہت موج میں تھے، مجھے فرمانے لگے کہ بیٹا آؤ میں تمہیں بڑی اچھی بات بتاؤں۔ فرمانے لگے کہ میں آج سے ۲۰ سال پہلے مولانا ضیاء الدین صاحب کا لنگر پکاتا تھا صبح و شام جاری رہتا تھا۔ ایک دفعہ ہندوستان سے کچھ خاص مہمان آنے والے تھے اور لنگر کے لئے تنگ دستی چل رہی تھی۔ صبح کی نماز پڑھ کر جب میں مولانا کے پاس پہنچا تو فرمانے لگے: ”غلام رسول! ہندوستان بریلی سے کچھ خاص مہمان آنے والے ہیں اور

۱۔ اس جد علی (الہور) و دو دعائی دعا تھے۔ ص ۳۰۳

۲۔ ایضاً ص ۳۰۳، ۳۰۲

۳۔ محمد طفیل مدنی بھٹی (الہور) میرے باباجی حضور۔ ص ۷۷

ہم نے کچھ ضیافت کا انتظام کرنا ہے اور ان دنوں ہاتھ تھوڑا تنگ ہے۔ کسی سے پیسے ہمیں عرض مل جائیں بعد میں ادا کر دیں گے، کوشش کرو۔“ باباجی فرماتے ہیں جب انہوں نے یہ بات بتائی تو میں تڑپ اٹھا اور میں ناشتہ کرنے کے بعد سید الشہداء سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزار اقدس پر اُحد شریف چلا گیا۔ اور سید الشہداء کی خدمت عالی میں عرض کیا کہ حضرت مولانا صاحب کے خاص مہمان آنے والے ہیں اور آج کل ہمارا ہاتھ تھوڑا تنگ ہے۔ اگر اپنے غلاموں پر نگاہِ کرم ہو جائے تو عنایت ہوگی۔ یہ باتیں عرض کرنے کے بعد کافی دیر تک میں مزار شریف پر بیٹھا رہا۔ پھر واپس آ گیا اور ظہر کی نماز مسجد نبوی شریف میں ادا کی۔ ان دنوں مسجد نبوی میں باب مجیدی پر کوئی مرمت ہو رہی تھی تو میں مزدوروں کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔ انہوں نے کہا کھانا کھا لو میں نے ان کے ساتھ کھانا کھانا شروع کر دیا پھر میں مولانا صاحب کے پاس آ گیا تو فرمانے لگے۔ غلام رسول، کچھ بندوبست ہوا؟ تو میں نے عرض کی کہ سرکار کوشش کی ہے شاید اللہ کامیابی عطا فرمادے۔

تو باباجی پھر بتاتے ہیں کہ میں جب عصر کی نماز پڑھ کر واپس جا رہا تھا تو کافی لوگ تھے۔ باب مجیدی سے نکلتے ہوئے باہر کسی نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا، ”لو جی غلام رسول! یہ تمہارے لئے ہے۔“ وہ ایک کپڑے کی تھیلی تھی اس میں چاندی کے ریاں تھے۔ میں دیکھ کر ہنگاماً اور ششدر رہ گیا اور تھیلی دینے والی ہستی کو نہ دیکھ سکا۔ اتنے میں مولانا ضیاء الدین صاحب بھی عصر کی نماز پڑھ کر آچکے تھے۔ جب گھر پہنچے تو تھیلی میں نے ان کے آگے رکھ دی۔ اور کہا کہ: ”حضرت یہ اللہ نے ہماری مدد کر دی ہے“ تو مولانا صاحب کی آنکھوں میں آنسو تھے۔ فرمانے لگے: ”یہ آپ کو کہاں سے ملی ہے؟“ تو میں نے عرض کی کہ: ”میں باب مجیدی سے باہر آ رہا تھا تو رش میں کوئی مجھے پکڑا گیا ہے آپ نے شاید کسی اور کو بھی کہا ہو شاید وہ ہمارے جاننے والے ہی ہوں“ اور پھر میں نے عرض کیا کہ: ”حضور میں نے دیکھا نہیں انہیں۔“ تو مولانا صاحب نے فرمایا کہ: ”غلام رسول! آج ناشتہ کے بعد کہاں گئے تھے؟ میں نے عرض کیا کہ میں سید الشہداء کی خدمت میں گیا تھا اور وہاں عرض

کر کے آیا تھا۔“ مولانا صاحب چیخ کر بولے: کہ ارے جن کو عرض کر کے آیا تھا وہ خود ہی تو تمہیں تسلی پکڑا کر گئے ہیں۔“ جب مولانا صاحب نے یہ بات کہی تو میری حالت اتنی غمیر ہوئی کہ کائنات کی اتنی بڑی ہستی مجھے یہ عطیہ دے کر گئی اور میں پہچان نہ سکا۔ میں فوراً ایک دوست کی سائیکل پکڑ کر سید الشہداء کے مزار پر گیا۔ اندھیرا ہو چکا تھا اور میں مزار شریف پر جا کر تقریباً گریباں تھوڑی دیر بعد مجھے اونگھ آگئی اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی نورانی شکل و صورت میں نمودار ہوئے۔ تو میں نے عرض کیا کہ:

”حضور! آپ نے اتنا بڑا کرم فرمایا۔ میں اس قابل کہاں تھا؟“

فرمایا:

”خدا! رسول! تم نے ہم سے مدد مانگی تھی کیا ہم تمہاری مدد نہ کرتے؟ جو بھی

ہمارے پاس آتا ہے ہم اسے خالی نہیں لوٹاتے۔“

● — جب میں ۱۹۹۵ء میں پاکستان واپس آ گیا تو ڈیڑھ دو سال بعد میرے

وہاں کے ایک ساتھی عبدالجبار مجھ سے ملنے آئے انہوں نے بتایا کہ مولانا ضیاء الدین مدنی کی وفات ہو چکی ہے اور وہ بھی نماز جنازہ میں شریک ہوا تھا۔ عبدالجبار نے بتایا کہ مولانا صاحب کی عین جمعہ کے وقت وفات ہوئی تھی اور میت ظہر سے عصر تک ریاض الجنۃ میں رکھی گئی تھی پھر بعد میں جنت البقیع لے جائی گئی۔

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی، الحاج (مدینہ منورہ): میرے بابا جی حضور۔ ص ۸۷ ۸۹

۲۔ ساجد علی (ابور): وہ تو دعائی دعا تھے۔ ص ۳۰۴

باب نمبر ۲

کوئے جانار کو دل لے چلا

پہلے حج کی سعادت

● — ستر سال پہلے جب پہلی دفعہ حج پر آیا پھر قافلے کے ساتھ چودہ پندرہ دن میں مدینے پہنچے تو راستے میں ایک پٹھان ملا۔ آج کل بکریوں کا گوشت جو کہ ستر اسی روپے کلو متا ہے، وہ کہنے لگا کہ چودہ آنے کو مدینے میں بڑا سستا ہے۔ ایک دو پیسے کے اتنے انڈے آتے ہیں۔ تو وہ بھی پیدل مدینے کو واپس جا رہا تھا۔

● — بچپن ہی میں نماز، روزہ اور عبادات کی طرف طبیعت مائل تھی۔ نعت ذوق و شوق سے سنتے اور اس قدر منہمک ہو جاتے کہ دل بھر آتا آنکھوں میں آنسو تیرنے لگتے۔ کھڑکی کھرتے کرتے جوانی بیتنے لگی۔ تیس کے پینے پر پہنچے تو روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضری کی امنگ نے انگڑائی لینا شروع کر دیا۔ چنانچہ ایک صبح تہجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد مصلے پر بیٹھے درود شریف پڑھ رہے تھے کہ آنکھ لگ گئی اور اسی عالم میں آواز سنائی دی:

”بھئی پہنچ جاؤ تمہیں اسماعیل مدینے لے جائے گا۔“

خواب ہی خواب میں عرض کیا:

”میں تو اسماعیل کو جانتا تک نہیں ہوں۔“

خواب میں پھر آواز آئی:

”بھئی پہنچ جاؤ تو تم خود ہی اسے پہچان لو گے۔“

آنکھ کھلی تو دل خوشی سے بلیوں اچھلنے لگا، دل کی دھڑکن تیز ہو گئی اور دیار حبیب پر حاضر ہونے کا شوق پہلے سے تیز ہو گیا۔ بھئی تک پہنچنے کے لئے زادراہ نہ تھا۔ والد گرامی سے دو سو روپے طلب کئے جو مل گئے۔ بیٹے کی خواہش کی تکمیل کیلئے باپ نے یہ رقم ادھار دی تھی۔ رخت سفر باندھا۔ ٹرین پر سوار ہوئے اور سیدھے بھئی پہنچ گئے اور تمام مسافروں کے ساتھ

۱۔ محمد طفیل مدنی بھئی (مدینہ منورہ)۔ یادگار گفتگو۔ دسمبر ۱۹۸۵ء (انٹرویو) ص ۴۶

اسٹیشن سے باہر نکل آئے منزل کا کوئی اتا پتانا تھا کہ اپنا ٹکٹ جوں رنٹ سے پہلے اپنے پاس
درازا نہیں شانوں پر بکھری ہوئی تھیں ایک صاحب انہیں لے کر یہ "حیرت وارش" تھے۔ بابا غلام
رسول سے فرمانے لگے:

”چلو میرے ساتھ میں تمہیں اسماعیل غزنوی سے ملاقات ہوں۔ جو یہ مال
حج کیسے حجاز مقدس جاتے ہیں اور اپنے ہمراہ تمہیں کے قریب ماز میں حج
بھی لے جاتے ہیں۔“ یہ سب کے سب سعودی عرب میں شاہی مہمان
تصور ہوتے ہیں۔“

چنانچہ خواب کی تعبیر مل گئی اور مولانا محمد اسماعیل انہیں اپنے ہمراہ حجاز مقدس
گئے۔ ان دنوں بمبئی سے جدہ تک بحری جہاز کا کرایہ ۳۲ روپے تھا۔ بابا جی کو یہ ٹکٹ رعایتی ۸۲
روپے پر مل گیا۔ یہ ان کا پہلا حج تھا۔

دوسرا حج:

● دوسرے برس پھر جاندھڑ سے بمبئی کے راستے حج کیسے جدہ گئے۔ وہاں
سے پیدل ہی مکہ مکرمہ روانہ ہوئے۔ حج ادا کرنے کے بعد ایک قافلے کے ساتھ مدینہ منورہ
پہنچے اور روضہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہوئے۔
اب کی بار شہر نبی میں ایسے آئے کہ پھر ہمیشہ ہمیشہ کیسے مدینے پاک ہی کے ہو کر رہ
گئے اور قدموں میں واپسی کی طاقت ہی نہ رہی۔ مدینے پاک میں ایک رات سوئے تو مقدر
جاگ اٹھا۔ سرور کائنات، حبیب خدا، آئینہ جمال کبریٰ، حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی زیارت سے مشرف ہوئے۔

پھر محبوب کے قدموں میں:

● بابا جی جب وطن واپس پہنچے تو نوکری ختم ہو چکی تھی ان کے اندر کی دنیا بھی بدل چکی

۱۔ اشفاق حسین قریشی، لاہور، ”بابا جی جلیوں والے“ ص ۱۹۰-۱۹۱

تھی اور عام لوگوں کی طرح زندگی گزارنے میں ان کی دلچسپی باقی نہیں رہی تھی۔ لیکن ان کے والدین اور عزیز رشتہ داروں کا کافی دباؤ تھا کہ پہلے ہی دس بارہ سال تک جدائی اور دوری کاٹ چکے ہیں لہذا اب کہیں جانے کا نام نہ لو۔ انہوں نے فوراً باباجی کی شادی کر دی تاکہ دنیا داری کے بکھیروں میں پڑ کر ایسی لمبی زیارتوں کا آئندہ دھیان بھی نہ آئے۔ پھر بچے بھی ہو گئے اور سات آٹھ سال گزر گئے۔ لیکن باباجی کی ایک ہی آرزو تھی۔ کہ کسی طرح دربارِ مدینہ میں پہنچ جائیں۔ جب ان کا چھوٹا بیٹا چھ ماہ کا تھا یعنی ۱۹۳۳ء میں تو بیوی بچوں کو والدین کے حوالے کر کے عازمِ مدینہ ہوئے۔ اور جب سے یہیں سرکارِ عالیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدموں میں رہے پھر کبھی آقا کی نگری سے قدم باہر نہ نکالا۔

● ————— مدینہ منورہ میں باباجی کی اہلیہ، آپ کے بیٹے غلام سرور اور ان کی بیوی نے ۱۹۷۳ء میں عمرے کیسے آئے۔ تقریباً دو ماہ تک مدینہ منورہ میں رہے۔ ایک صاحب احمد بخش بھٹہ جو باباجی کے چاہنے والوں میں سے تھے۔ باباجی ان کے گھر میں رہتے تھے۔ باباجی رات و اکثر گھر میں چسے جاتے تھے میں نے عرض کیا اور ان کے بیٹے سے بھی عرض کی کہ آپ اماں ہی کو وہاں رکھ لیں۔ باباجی کو ۱۹۶۲ء میں سعودی نیشنلٹی مل چکی تھی اور ہم نے کہا کہ اب آپ سعودی ہو چکے ہیں اماں جی کا اقامہ بنو لیں اور ان کو اپنے پاس رکھ لیں۔ بیٹا اور بہو واپس چلے جائیں گے تو باباجی کہنے لگے مجھے کہاں مشقت میں ڈالتے ہو میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد باباجی نے حضور سرکارِ مدینہ عالیہ الصلوٰۃ والسلام سے اجازت طلب فرمائی اجازت مل گئی۔ پھر اماں جی وہاں رک گئیں۔ بیٹا اور بہو لاہور آ گئے۔

● ————— وہ غلام رسول، وہ عاشق رسول ————— کتنا بلند نصیب تھا ان کا۔ پچاس برسِ رحمتہ العالمین کی دیوار سے لگے بیٹھے رہے۔ کالی کھلی والے کے در پر آنے والوں کی خدمت کرتے رہے۔ پچاس سال بے غرضی اور بے لوثی کے ساتھ عام انسانوں کے لئے

۱۔ جاوید علی شاہ، ماتان: "فیض جاری ہے"۔ ص ۲۳۵

۲۔ محمد طفیل مدنی بھٹی، مدینہ منورہ: "میرے باباجی حضور"۔ ص ۷۵

دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے رہے۔ خود سمانی تکالیف میں مبتلا رہے لیکن دُور و مثبت
شفقت تقسیم فرماتے رہے۔

مدینہ منورہ سے بیت المقدس:

●۔ ابھی مدینہ منورہ میں ہی تھے کہ ایک شخص خواب میں سور کائنات حضرت
محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی دیکھا! کہ کوئی صاحب حضور اکرم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کر رہے ہیں کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر آپ اجازت دیں تو
بابا جی غلام رسول کو کچھ عرصہ کیلئے بیت المقدس لے جائیں اور اپنے ہمراہ رکھیں۔“ حبیب اکرم
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اثبات میں سر مبارک ہلا دیا۔ بابا جی کی آنکھ کھلی تو فرط مسرت سے
دیوانے ہونے لگے۔ محبوب کائنات کی زیارت بہت بڑا عزاز تھا پھر انبیاء کرام میں سر زمین
بیت المقدس کی اجازت ملنا بھی بہت بڑی سعادت تھی۔ یہ نہیں اجازت ملنے کے بعد بابا جی
مولانا محمد اسماعیل غزنوی کا رقعہ لے کر شیخ المسلمین عبدالرحمن کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
انہوں نے پاسپورٹ وغیرہ کی تمام پابندیاں ختم کرادیں۔ جن کے نتیجے میں بابا جی مدینہ منورہ
سے پیدل روانہ ہو گئے۔ خیبر، تہوک، مدائن سے ہوتے ہوئے بیت المقدس تک پہنچ گئے۔
پھر وہاں معمول بن گیا کہ دن بھر روزہ سے رہتے اور رات کو بیت المقدس میں عبادت کرتے۔
دو وقت کا کھانا لنگر سے مل جاتا۔ تاہم دوسری ضروریات پوری کرنے کیلئے بہت ہی قلیل
معاوضے پر بیت الخلاء صاف کرتے۔ پانچ برس اس دیر انبیاء کرام میں گزار گئے۔ انہیں پر
حضرت ابراہیم، حضرت یعقوب، حضرت یوسف علیہم السلام کے مزارات پر جھارود دیتے۔
موقع ملتا تو حضرت داؤد، حضرت سلیمان اور حضرت موسیٰ علیہم السلام کے مقامات مقدسہ پر بھی
حاضر ہوتے اور رور و کردعائیں کرتے۔ ایک شب پھر خواب میں حضور سید عالم، فخر موجودات
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت پاک نصیب ہوئی۔ حکم ملا کہ اب بیت المقدس سے کوچ کرو اور

۱۔ جاوید علی شاہ، ملتان: ”فیض جاری ہے“۔ ص ۲۳۵

مدینہ منورہ چلے آؤ۔ حکم کی تعمیل کی اور آپ مدینہ طیبہ لوٹ آئے۔

● بابا جی بیت المقدس سے مدینہ منورہ روانہ ہونے لگے تو حضرت ابراہیم، حضرت مہدی علیہ السلام کے مزارات پر حاضر ہوئے دونوں مقامات سے ایک جیسا پیغام ملا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہمارا سلام عرض کر دیں۔ چونکہ وہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) ہم سب نبیوں کے سردار ہیں۔

بیت المقدس سے بغداد شریف:

● فرماتے ہیں کہ پورے بارہ سال بغداد میں رہا جس میں سے چھ سال نبوت پاک کے دربار میں گزارے اس کے بعد مجھے حکم ہوا کہ مدینہ طیبہ آجاؤ۔ میں یہاں آ گیا چرکے حکم ہوا کہ بیت المقدس چلے جاؤ۔ وہاں تین چار سال انبیاء کے مرام کی خدمت میں رہا پھر آواز آئی: "خاتم رسول" مدینے آجاؤ اور میں یہاں بڑے دربار میں حاضر ہو گیا۔ اب یہاں مجھے پینتالیس سال ہوئے ہیں۔

بغداد شریف سے پھر مدینہ منورہ:

● بیت المقدس کی زیارتوں کے بعد جب بابا جی بغداد شریف گئے اور اپنا قیام سیدنا نبوت اعظم کے دربار میں رکھا تھا۔ جب قیام کئے کچھ عرصہ گزار گیا تو ایک رات بابا جی حضرت نبوت اعظم کے مزار کے دروازے کے باہر جہاں تالا لگا ہوا تھا۔ یہ بابا جی کے الفاظ ہیں:

"مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز مبارک سنائی دی آپ فرما رہے تھے: کہ خاتم رسول کو مدینے شریف بھیجو، یہ آواز دوسرے دن پھر تیسرے دن جب سنائی دی تو حضرت سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

۱۔ اشفاق حسین قریشی (انہور) بابا جی بیوں والے۔ ص ۱۹۱، ۱۹۲

۲۔ ایضاً ص ۱۹۵

۳۔ نیز الامام سنی، سید (انہور) بابا جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۳۲

نانا جان گستاخی نہ سمجھیں آپ غلام رسول کے مدینے واپس جانے پر کیوں
اصرار کر رہے ہیں۔۔۔ تو آقا حضور عالیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ پھر
مدینے میں میرے مسکینوں کا لنگڑوں تقسیم کرے گا۔۔۔ اس پر حضرت نوٹ
اعظم نے باباجی سے کہا: اب تم واپس مدینے چلے جاؤ۔

کرم فرمائی میرے حضور کی:

- ۔۔۔ باباجی کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ بہت محبت و رشتہ
تھا۔ ایک دفعہ فرمایا کہ مدینے کے حالات سے کچھ متاثر ہو کر میں نے قصد کیا کہ مدینہ شریف پہنچ
جاؤں خواب میں اشارہ ہوا کہ ”غلام رسول! ہمیں چھوڑ کر لے جاتے ہو، یہیں رہو۔“ اس
بعد مستقل طور پر یہیں رہنا شروع کیا اور صبر و شکر کے ساتھ دن گزارے۔
- ۔۔۔ پیدے لوگوں نے آپ کا ہر بیٹھنا بند کر دیا کہ لوگ سنے والے بہت آتے
ہیں تو آپ اندر اصحابِ صفہ کے چبوترے پر بیٹھنے لگے بعد میں یہاں سے بھی لوگوں نے تنخوا
دیا تو آپ صوفی احمد بخش بھٹہ کے پاس خارہ شرقیہ چلے گئے۔ جب وہاں بھی سکون نہ مل سکا تو
پھر آخری وقت میں اپنی رباط میں تشریف لے گئے۔ یہ حالت میں اللہ تعالیٰ کا شکر اور
سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کا بیان کرتے تھے۔

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ) رسول پاک (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیارے۔ ص ۹۳

۲۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۱۲

۳۔ ایضاً: ص ۱۱۳

باب نمبر ۳

بڑے کرم کی بارشیں

محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● — بہت پرانی بات ہے کہ رمضان شریف میں مدینے پاک میں اکیلا کیا ہوا تھا تو باب جبریل پر باباجی بھی افطاری کیا کرتے تھے۔ ان کا خضراہ باباں الگ کرتا تھا۔ دستہ خوان لگا ہوا تھا ابھی افطاری میں تقریباً بیس منٹ باقی تھے۔ اچانک موسلا دھارا بارش شروع ہوئی۔ بہت سارے حضرات نے دیکھا ہوگا کہ جہاں پر باب جبریل کی کھڑکی کے اوپر پر بنے ہوئے ہیں۔ گلبہ خضراہ کا وہاں سے پانی کا پرنا لہ نیچے گرتا ہے۔ تو اس پر پرنا لے پرستے پانی گرنا شروع ہوا۔ باباجی فوراً دستہ خوان چھوڑ کر وہاں بھاگ گئے اور نیچے نہان اور دھنورن شروع کر دیے میں بھی آپ کے پاس آ گیا اور بہت سارے لوگ بھی آ گئے۔ باباجی خوشی کے ساتھ جھومتے بھی جاتے اور پانی کے چلو بھر کر میرے اوپر اور لوگوں پر ڈالتے جاتے۔ میں نے بھی ان کی دیکھا دیکھی نیچے نہانا شروع کر دیا۔ سارے کپڑے بھیک گئے حتیٰ کہ روزہ بھی اسی حالت میں افطار ہوا اور مغرب کی نماز بھی اسی حالت میں ادا کی۔ فرمانے لگے:

”یہ زندگی میں تیسری بار ایسا ہوا ہے کہ رمضان المبارک میں بارش ہوئی

ہے اور ہم نہائے ہیں۔“

ان کی خوشی کی انتہا نہ تھی وہ بہت خوش تھے۔

● — باباجی غلام رسول بظہر ایک عام سے انسان تھے ایک سادہ اور بہت ہی

سادہ انسان۔ لیکن ان کے دل میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کے سبب شہر رسول سے وابستگی رکھنے والی ہر شے سے انہیں بے پناہ پیار تھا۔

● — خطوط لکھ کر ان کو اکھانے میں ڈالتا۔ لینے پینے اور مدینہ منورہ کی

۱۔ محمد طفیل مدنی بھٹی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۲، ۸۳

۲۔ محبوب الرسول قادری، ملک (لاہور): عاشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ص ۲۰۵

تساویروالے آپ بہت پسند فرماتے تھے اور مجھے ہمیشہ فرماتے کہ جیسا تصویروں والے لینے پینے
 نہ اور نکت بھی مجھ سے منمواتے تھے میں خط لکھتا جاتا اور آپ اس پر اپنے ہاتھ سے نکت لگا کر
 رکتے جاتے تھے۔

● بابا جی کی باتوں میں بہت ساری باتیں ہوتی تھیں۔ ان کی باتوں
 میں ارشاد باری تعالیٰ اور احادیث مبارکہ کے اثرات نمایاں تھے۔ بابا جی عام سے انداز میں
 خاص باتیں بیان کرتے تھے۔ وہ فرماتے تھے کہ میں تو غلامِ رسول ہوں۔ یعنی حضور پاک کا نوکر
 ہوں۔ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہر نوکر اپنے آقا کی باتیں کرتا ہے۔ اپنے آقا کی ہر چیز سے
 اور اس کے لوگوں سے پیار کرتا ہے۔

● تم کو پتہ ہے کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے نواسوں سے کیسے پیار
 کرتے تھے:

★ کبھی ان کو کاندھوں پر بٹھاتے،

★ کبھی گود میں اٹھا لیتے،

★ کبھی ان کو اچھالتے،

★ کبھی ان کے گال تھپتھپاتے،

★ کبھی ان کے رخسار چومتے،

★ کبھی سینے سے لگاتے،

★ اور کبھی ان کو سونگھتے، اور فرماتے:

”مجھے ان سے جنت کی خوشبو آتی ہے۔“

اس بیان کے ساتھ بابا جی اتنے مسرور ہوئے کہ خوشی کے مارے رونے لگے اور چہرہ
 آنسوؤں سے بھیک گیا۔۔۔ کیسی محبت تھی ان کو رسول پاک اور ان کے نواسوں سے۔

۱۔ مسعود حسین قادری (کراچی) بابا جی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۹

۲۔ محمد نعیم (کراچی) وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۳۰

اور کیسی زندہ معلومات تھیں ان کی حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ سے ہر
 میں جیسے سب آچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔۔۔ بابا جی اس حال میں تھے کہ پہرہ دھب رہتا
 آنسو جاری تھے آنکھیں بند تھیں لیکن خوشی اور سرشاری کی کیفیت طاری تھی۔ دائرہ آنسوؤں
 سے بھیک رہی تھی۔ فرمایا: ”ایک سخا بی کا نام ہے ابو خزیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ان کو میرے
 سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اجازت مرحمت فرمائی تو انہوں نے آپ کے چہرہ انور کو چومنا
 شروع کیا یعنی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کو چومنا تھا۔ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان
 اللہ!۔۔۔

●۔۔۔ جب میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس زمانے
 کے امراء و سردار حاضر ہوتے تو بہت خوشی سے، بہت عقیدت سے جلدی جلدی اپنی ساریوں
 سے اترتے اور آگے بڑھ بڑھ کر میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے
 کبھی پاؤں مبارک کو چومتے اور اپنے ہاتھ اپنے چہروں پر پھیلتے۔ میرے آقا و سرور زمین
 ہیں، خیر البشر ہیں، سارے عالموں کے رب اور اس کے فرشتے ان پر درود و سلام بھیجتے
 ہیں۔۔۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین بلکہ تمام اولیائے کرام کا یہی چہن
 رہا ہے کہ میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاک وجود سے جو بھی شے مس ہوئی ہے وہ
 اس کو عقیدت، عزت اور محبت سے چومتے ہیں، آنکھوں سے لگاتے ہیں، اس سے محبت کرتے ہیں
 اور درود شریف پڑھتے ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تو مہر نبوت کو چومنا تھا قبا
 میں۔۔۔ بلکہ اذان میں میرے آقا کا نام مبارک سن کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ
 عنہ نے جب انگوٹھوں کے ناخنوں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیلتا تو سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم
 نے خوشی کا اظہار فرمایا۔۔۔

۱۔ اظہر قریشی (لاہور) بابا جی پر عنایت خاص۔ ص ۲۸۱

۲۔ ایضاً ص ۲۸۲

● — بابا بقی کے چہرے پر مسرت تھی اور آنکھیں کہیں اور دیکھ رہی تھیں فرمایا:

”یہ جو مقام ملتزم ہے خانہ کعبہ میں تو یہ کس مقام سے ملا ہوا ہے —

پیارے آقائے مقام ملتزم کے ساتھ چمٹ کر دعا فرمائی — ہے نا اس

میں کوئی بات! —

ادب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● — ہمارے حضرت صاحب کے صاحبزادے جلیل الرحمن صاحب نے ایسی

ایمان افروز بات بتائی جو تحریر کرتے ہوں۔ جلیل صاحب نے بتایا یہ ۸۳-۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ

میں بابا بقی کو ملنے ان کی رہائش گاہ پر گیا۔ میں ان کے پاس تقریباً پندرہ بیس منٹ بیٹھا اس

دوران بابا بقی کو تین مرتبہ رفع حاجت کیسے غسل خانے میں گئے تو مجھے بہت احسان ہوا

میں نے بابا بقی سے عرض کیا کہ بابا بقی آپ اتنی مشقت کرتے ہیں آپ کیوں نہ کوئی برتن رکھ

تیں اور نماز کے وقت اس کو صاف کروالیا کریں۔ جلیل صاحب کہتے ہیں کہ بابا بقی نے مجھے

جواب دیا کہ بات بتانے کی نہیں ہے لیکن آپ کو بتا دیتا ہوں آپ ہمارے بزرگوں کے

صاحبزادے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ میں اس کمرے میں ایسی حرکت نہیں کر سکتا کیونکہ

آقا و مولیٰ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، سیدنا صدیق اکبر، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما

اپنے غلاموں کے پاس عیادت کیسے آتے ہیں۔ اگر میں ایسا کروں تو کیا میں امتی کہلانے کے

لائق ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں بار بار غسل خانے میں جاتا ہوں۔

● — ہم نے یہ بھی دیکھا کہ بابا بقی آتے جاتے، اٹھتے بیٹھتے، ہر حال میں اس

بات کا خیال رکھتے تھے کہ دربار رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف پشت نہ ہو۔ بہت

ادب، بہت لحاظ، بہت احترام۔

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ) میرے بابا بقی حضور۔ ص ۸۶، ۸۷

۲۔ سلیم غفل (رحیم یار خان) میں نے زندہ کوئی دیکھا۔ ص ۱۷۷

● مجھے باباجی حضور ہمیشہ ایک ہی دعا دیتے تھے:

”اللہ تعالیٰ تمہیں حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر پاک میں ادب سے مآثر

رہنا نصیب کرے اور مدینہ پاک میں موت نصیب کرے۔ آمین!“

● ایک بار فرمایا: میں تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام ہوں۔ غلام تو اپنے آقا

کی خدمت ہی میں ہوتا ہے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔“

● شیخ صبورا احمد محمودی صاحب بتاتے تھے:

”کہ باباجی غلام رسول ادب باب جبریل کے سامنے بیٹھے رہتے تھے وہاں بیویوں کو پیچھے

ڈالتے رہتے دودھ اس لئے نہیں ڈالتے کہ فرش خراب نہ ہو کہ وہ ادب کے خلاف ہے۔“

قرب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

● حضور باباجی کو وہ قرب حاصل تھا کہ ہر بات جو بھی منوانی ہوتی تھی یہ ساری

ہوتی تھی۔ آپ فرماتے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور عرض کریں۔

پچھر دوسرے روز جواب باصواب عطا فرماتے تھے۔ یعنی ہر بات سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم سے دریافت کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں جب تک کہ فغانی الرسول کا مقام حاصل

نہ ہو۔ حضور باباجی دراصل مقام فغانی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔ واصل ہوتا تھے وہ وہاں

کابل اور منظور نظر دربار رسالت تھے۔ جو چاہتے تھے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں

عرض کرتے اور حاصل کر لیتے تھے۔

● باباجی غلام رسول نے یہ تبرک دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اللہ کا نام لے کر

۱۔ مفتوح حسین قادری (کراچی) باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۱

۲۔ عبد اشکور صاحب، الحاج (الہور) کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۳

۳۔ بروایت پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب، کراچی

روزانہ ایک کھجور اس میں سے مریضہ کو کھلائیں۔ باباجی نے یہ پیغام بھی دیا ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ مریضہ ٹھیک ہو جائے گی، اللہ کے کرم سے! — باباجی خود کھجور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم کا غلام کہتے تھے اور فرماتے تھے:

میرا زندگی کی سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ وآلہ وسلم نے مجھے اپنے درپر رہنے دیا ہے۔ اس سے بڑا مقام اہلی اور کون سا ذر ہے پوری کائنات میں۔ —

آئے والوں میں سے ایک پاکستانی سے میں نے معلوم کیا کہ یہ صاحب کون ہیں، تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول پاک کے لائے باباجی غلام رسول ہیں۔ اور چالیس سال سے ہر وقت اسی دربار عالیہ کے اندر اور اس کے آس پاس ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دعاؤں میں بہت اثر رکھا ہے۔ —

ایک بار مولانا (بدر عالم) نے مجھ سے (بابا غلام رسول کو) کہا کہ ”سرکار کے ساتھ معاملات میں میرا اور آپ کا فرق ہے“ — میں بہت حیران ہوا — تو بولے کہ ”میں عرض کر سکتا ہوں اور آپ کو تو جواب بھی مل سکتا ہے۔ آپ میرے واسطے کوئی دعا فرمائیں۔“ —

دربار رسالت میں پذیرائی:

باباجی حضرت غلام رسول جالندھری ایک باکمال شخصیت اور قلندر صفت ولی گزرے ہیں، ان کا اصل منصب عشق رسول ہے۔ اس صدی کا طویل عرصہ انہوں نے

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۱۵

نوٹ۔ اس بڑے کو سینے کا کینسر ہو گیا تھا، اس کا کیس اتنا بڑا تھا کہ ڈاکٹروں نے اسے الاعلاج قرار دے کر کمر بیچ دیا تھا۔ چنانچہ باباجی سے رجوع کیا گیا۔

۲۔ سلیم مغل (رحیم یار خاں): میں نے زندہ ولی دیکھا۔ ص ۱۷۲

۳۔ ساجد حق (لاہور): وہ تو دعائی دعا تھے۔ ص ۲۹۱

۴۔ ایضاً ص ۳۰۲

رحمۃ المعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار اقدس کی چوکھٹ پر شب و روز مسلسل حضور نبوی
صورت میں گزارا۔ نصیبوں کی بات ہے جسے چاہے جیسے چاہے نواز دے۔

● — باباجی ہر بات میں:

★ ”حضور پاک کی برکت سے،

★ سرکار کی دعاؤں سے، اور

★ میرے آقا کی نظر ہو جائے گی“

جیسے الفاظ ہر ایک منہ جلنے والے سے کہتے رہتے تھے۔ لوگ ہر وقت باباجی کو حیرتے رہتے،
اور فیض کا یہ دریا دعاؤں کی صورت میں بہتا رہتا۔ بہت سی صورتوں میں باباجی فرماتے:

”حضور پاک کی خدمت میں عرض کروں گا۔“

کبھی کبھی فرماتے:

”جیسے حضور پاک فرمائیں گے ویسا آپ کو بتا دوں گا۔“ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور

روضۂ ابراہیم علیہ السلام کی جازوب کشی

● — یہ دور بھی آگیا کہ باباجی حرم نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میں حجاز و

دینے اور کوڑا کرکٹ اٹھا کر باہر پھینکنے پر مامور ہو گئے۔ تمیں ریال ماہانہ معاوضہ تھا۔ وہ یہ کام

جوانوں سے زیادہ بڑھ کر زیادہ ہمت اور مستعدی سے کرتے۔

● — پھر جب مدینے کے لوگ رات کو سو جاتے تو باباجی یہی ریزہ می کے حرم

نبوی سے اٹھ کر کوڑا کرکٹ اٹھاتے اور دور باہر جا کر پھینک آتے۔ میں نے کئی بار باباجی

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان)۔ فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۲

۲۔ ساجد علی (لاہور)۔ وہ تو عابی دعا تھے۔ ص ۲۹۶

۳۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور)۔ باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۳

کو آدھی رات کے وقت باب جبریل کے سامنے جنت البقیع کی طرف جانے والی گلی میں اپنی ریڑھی لئے پھرتے اور سادگی اٹھاتے دیکھا۔ اس گلی میں ان لوگوں کے مکانات ہیں جن کے آباء و اجداد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے خدام تھے۔ بابا جی اس گلی و صاف ستھرے رکھنا بھی اپنی بڑی سعادت سمجھتے تھے۔

● — بابا جی بیان فرماتے ہیں کہ: روضہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر پانچ سال میں نے جہاز دیکھا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے جو خدام تھے میں ان کی دکانوں کی راہی کیا کرتا تھا اور جو پیسے مجھے ملتے تھے ان کے خدام کو پیش کر دیا کرتا تھا۔

لنگر کی خدمت:

● — بابا جی جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو دربار نبوی پر ملازم ہو گئے۔ تنخواہ ملتی تھی۔ اس کے علاوہ لنگر پکایا کرتے تھے وہاں سے بھی کچھ معاوضہ لیا کرتا تھا۔ بعد میں لوگوں کے دروازے دروازے جاتے اور بچے کھچے کھانے میں سے بڈیاں بومیاں چن کر لے آتے۔ کم پڑتے تو اپنے پاس سے رقم ملا کر بلیوں کے لنگر کیسے چھپڑے اور گوشت لے آتے۔ روزانہ غریبوں اور زائرین کیسے بھی لنگر الگ سے بنوایا جاتا تھا۔ لوگ چندے اور عطیات دینے لگے تو یہ کام آسان ہو گیا۔

● — جو چھ آنے والے نذر کرتے ہیں وہ اس رقم کا بڈی اور گوشت خرید لیتے ہیں۔ انسانوں کیسے بھی لنگر بناتے ہیں اور مدینے پاک کی بلیوں کیسے بھی۔

بلیوں اور کبوتروں کی خدمت:

● — بابا جی کو بلیوں کا بہت شوق تھا ان کے واسطے خود مارکیٹ جا کر گوشت

۱۔ اشفاق حسین قریشی (لاہور) بابا جی نامہ رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۳-۱۹۴

۲۔ محمد طفیل مدنی بھٹی یادگار انقلابی ستمبر ۱۹۸۵ء۔ انٹرویو۔ ص ۶۲

۳۔ جاوید علی شاہ (ماتان) فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۵

۴۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور) کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۰۷

لاتے اور اپنے ہاتھ سے عصر کے بعد کھلاتے تھے۔ اس کے علاوہ کبوتروں کو ہر ماہ منوں دانہ ڈلاتے تھے۔ نابینا لوگوں کو ہر ماہ پہلی تاریخ کو پچاس ریال فی کس رقم لٹانے میں رکھ کر تین دیتے تھے۔ میں نے خود گنا تو چالیس لٹانے ہر ماہ جاتے تھے۔ علاوہ ازیں رباطوں میں بیواؤں، یتیموں، مسکینوں کا بھی خیال رکھتے تھے اور حتی الامکان ان کی مدد کرتے رہتے تھے۔

● — وہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی میں شہنوازی بیوں و گوشت ڈالتے اور ان کی نگہداشت کرتے۔ کبوتروں کو دانہ ڈنکا ڈالتے۔

● — حلیہ تو مجذوبوں جیسا لگتا تھا لیکن عملی طور پر مجذوب ہرگز نہیں تھے۔ پابندی اوقات کے ساتھ نماز، تلاوت کلام پاک، نوافل کی ادائیگی، روزے، بیوں کی خوراک، کبوتروں کو دانہ، زائزین کیسے لنگر، بیوں کیسے پیر۔

● — آخری عمر میں اس خاکسار کو بیوں کی خدمت کے واسطے کہا تو حتی الامکان خدمت کر رہا ہوں۔ ابھی بھی تقریباً چالیس بلیاں ہیں۔ رات کو دو بجے دروازے پر آ جاتی ہیں۔ آج کل گوشت کی مارکیٹ شہر سے تقریباً پانچ میل دور چلی گئی ہے۔ بھری یا گانے کا گوشت نہیں مل رہا ہے۔ بہر حال برازیل اور فرانس کی سحت مند مٹیوں کا گوشت بیوں کو پیش کرتا ہوں اور وہ سب خوشی سے کھا جاتی ہیں۔ تہجد کے وقت گوشت دھو کر ان کو ڈال دیتا ہوں پھر کھا کر اپنے مقام پر چلی جاتی ہیں کوئی بھوک کی بھوتو عصر آ جاتی ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ اللہ کریم ان کی خدمت جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین! ۱۱۱

بلیوں کی خدمت:

باباجی فرماتے ہیں: ایک روز میرے دفتر میں ایک بلی آگئی۔ بلی تو کسی بھی دکان،

۱۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۰۹

۲۔ حفیظ نائب صاحب (لاہور): پیشوائی۔ ص ۷۱

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۸

۴۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۱۱

مکان یا دفتر میں آسکتی ہے کوئی خاص بات بالکل نہیں تھی، سب اپنا اپنا کام کر رہے تھے میں بھی کام کر رہا تھا۔۔۔ لیکن میں نے دیکھا وہ تو سفید بلی تھی پھر براؤن کیسے ہوئی۔۔۔ پھر اس کی شکل بھی بدل گئی پھر رنگ بھی بدل گیا۔ اب جو غور کیا تو پتہ چلا کہ جناب وہ ایک بلی نہیں تھی بلکہ ایک قطر تھی بلیوں کی۔۔۔ ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری آتی جاتی تھی۔۔۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ یہ قطر تو مدینہ منورہ سے میرے دفتر تک ہے جبکہ میں مدینہ منورہ نہیں گیا تھا۔۔۔ بہت حیرانی ہوئی، ساتھ والے سے بھی کہا کہ باؤ بلی! یہ بلیوں کی قطر رہ پھر ہے ہو۔۔۔ وہ بولا کونسی قطر؟۔۔۔ بس ایک سفید بلی ہے بلکہ کان سفید بلی ہے بلی جی جو سامنے میبل کے نیچے کھڑی ہے علامہ رسول! یہ معصوم جانور ہے۔۔۔ میں خاموش رہ گیا لیکن میں نے یہ دیکھا تھا وہ سب عجیب و غریب تھا۔

●۔۔۔ بابا بقی فرماتے ہیں: میرے سرکار نے ایک بار خواب میں حکم فرمایا کہ مدینہ طیبہ کی بلیوں کا خیال رکھو۔۔۔ میرے لئے کافی تھا میرے آقا کا حکم۔۔۔ بلیوں کے لئے چھپچھپے گوشت خرید لیتا۔ میں نے خاکی تھیلے کینوس کے بنوائے تھے اس کام کے لئے۔ گلے میں دونوں تھیلے دونوں طرف ڈال کر ان میں چھپچھپے اور گوشت بھر لیتا اور شہر کی گلیوں میں گزرتا جاتا۔ بلیاں میرے آنے سے پہلے ہی وہاں پہنچ جاتی تھیں ان کو میرے آنے کا وقت معلوم ہو جاتا تھا۔ میں تھیلوں سے گوشت اور چھپچھپے نکال نکال کر ان کو ڈالتا جاتا تھا اور چلتا جاتا تھا۔۔۔ پھر میں بوڑھا ہو گیا تو ایک چھوٹی سی ریڑھی خرید لی۔ اس کے بعد جب ٹانگ خراب ہوئی تو ایک بندہ اجرت پر رکھ لیا۔ جو میری مدد کرنے لگا۔ اب تو بہت مشکل ہے چنانچہ نا۔۔۔ جب سے ان گلیوں میں جانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ بلیاں خود ہی ڈھونڈ ڈھونڈ کر میرے پاس آنے لگی ہیں۔ وہ خود آکر اپنا حصہ لے جاتی ہیں۔ مجھے اچھا لگتا ہے کہ وہ اب بھی مجھے اس قابل سمجھتی ہیں اور مجھ سے بہت مانوس ہیں۔

۱۔ جاوید علی شاہ (ماتن) فینش جاری ہے۔ ص ۲۳۳

۲۔ مسعود حسین، حاجی (لاہور) بابا جی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۶۹

● — پھر ایک بار سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں حکم دیا کہ: ”مدینہ منورہ کی بلیوں کی خوراک بھی فراہم کرو۔“ اس حکم کی تعمیل میں باباجی خاکی کینوس کے تھیلے گلے میں ڈال کر گلیوں میں گھومتے جاتے اور ان تھیلوں سے گوشت اور چھچھڑے نکال نکال کر بلیوں کو ڈال دیتے۔ مدینہ منورہ کی بلیاں بھی باباجی سے اس قدر مانوس ہوئی تھیں۔ وہ باباجی کی آمد سے قبل ہی راستے پر جمع ہو جاتی تھیں۔ اور اپنی خوراک حاصل کرتیں۔ باباجی کو کوئی بلی بیمار نظر آتی تو اسے اٹھا کر اپنی اقامت گاہ لے آتے اس کا علاج کرتے اسے بہتر خوراک فراہم کرتے اور جونہی وہ صحت یاب ہوتی اسے اسی علاقے میں چھوڑ آتے جہاں سے اٹھا کر لائے تھے۔ جب کینوس کے تھیلوں کا بوجھ بڑھنے لگا اور ضعیفی نے بھی آگھیرا تو ایک چھوٹی سی ریڑھی خرید لی اور اس پر گوشت اور چھچھڑے ڈالتے اور مدینے پاک کی گلیوں میں جا کر بلیوں کو خوراک فراہم کرتے۔

● — باباجی کی بلیاں دیکھیں، بلیوں کا مہمان خانہ دیکھا کوئی چھچھڑے کھا رہی ہے، کوئی دودھ پی رہی ہے۔ صبح کو خبز (خمیری روٹی) دودھ میں بھنوارا نہیں ناشتہ کرایا جاتا تھا۔ بلیاں آتیں اور کھا کر چلی جاتی تھیں۔ بارہ بجے قصاب خانے سے گوشت لا کر انہیں ڈالا جاتا تھا۔ معمار حرم پاک مستری نور محمد بتاتے تھے کہ باباجی صاحب وہینگی^۲ کے دونوں طرف گوشت بھر لیتے تھے اور چلتے جاتے تھے بلیوں کو پتہ ہوتا تھا کہ فلاں وقت بابا صاحب آئیں گے۔ وہ راستے میں کھڑی ہوتی تھیں کچھ بلیاں تو باباجی کو دیکھتے ہی چھتوں سے چھلانگ لگا دیا کرتی تھیں۔

۱۔ اشفاق حسین قریشی، لاہور: باباجی بلیوں والے رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۳
 ۲۔ کراچی اور اندرون سندھ لوگ مال کی بار برداری کے لیے اپنے شانوں پر ایک مخصوص شکل کا ڈنگرا استعمال کرتے ہیں۔ یہ مضبوط موٹی لکڑی سے بنا ہوتا ہے جو کہ شانوں کے اوپر سے ہوتے ہوئے دونوں پہیوں کے متوازی ہوتا ہے۔ اس میں لوہے کے موئے بگ ہوتے ہیں، جن میں کنتہ مال وغیرہ سے بھر کر بگ لگے جاتے ہیں۔ — متنسود

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم، لاہور: باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸۳

● — جب تنہا بیٹھے ہوتے تو بلیاں ان کے اوپر چڑھ رہی ہوتیں اور ان کی جیبیں الٹ پٹ کر پیپر کے پیکٹ نکال رہی ہوتیں تو اس وقت کے باباجی بہت دلچسپ اور خوشگوار ہوتے۔

● — باباجی غلام رسول نے بھی مدینے کے کتوں اور بلیوں کو گوشت کھلانے کی خدمت کو اپنا شعار بنایا۔ وہ شام کو اپنے کھانے کے بعد گلی کوچوں میں نکل جاتے۔ مدینے کے لوگ اپنا بچا کھچا کھانا عموماً دروازے کے قریب پھینک دیتے ہیں۔ وہ اس میں گوشت، ہڈیاں اور چھینچھنے پختے اور انہیں جمع کر کے مختلف مقامات پر کتوں اور بلیوں کو لے جا کر کھلاتے۔ اس شہر کے کتے اور بلیاں ان سے اتنے مانوس ہو گئے تھے کہ وہ مقررہ وقت پر جمع ہو جاتے اور باباجی غلام رسول کی آمد کا انتظار کرتے۔ اگر مطلوبہ مقدار میں گوشت نہ ملتا تو باباجی اپنی جیب سے گوشت خریدتے اور شہر رسول کے کتے اور بلیوں کو بھوکا نہ سونے دیتے۔ اب سے چند سال قبل وہ ایک ہاتھ گاڑی میں گوشت لئے جا رہے تھے کہ کسی ٹیکسی نے ٹکر مار دی گاڑی کا آہنی فریم ان کے گھٹنوں سے ٹکرایا اور چلنے پھرنے سے معذور ہو گئے۔ اس حالت میں بھی انہوں نے گھٹ گھٹ کر اپنی اس خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ جب کبر سنی اور جسم کی ناتوانی نے بالکل ہی ڈھیر کر دیا تو وہ صاحب فراش ہو گئے۔

● — بلیوں کیلئے باباجی کی خدمت کا عالم دیکھ کر مجھے اس بات پر بہت حیرانی ہوتی تھی کہ کبھی باباجی وہاں کبوتروں کو دانہ نہیں ڈالتے تھے میں نے رسمی طور پر پوچھا تو فرمانے لگے: کہ کبوتر حرم پاک میں دانہ کھاتے ہوئے چلتے پھرتے پٹھ بھی کر دیتے ہیں۔

● — باباجی کی بلیاں بھی دیکھیں، بڑی محبت والی، بڑی تمیز والی اور ان بلیوں کیلئے باباجی کی شفقت و محبت بھی عجیب تھی۔ دل میں خیال آیا کہ جب باباجی مدینے شریف کی ان

۱۔ جاوید علی شاہ، ملتان: فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۲

۲۔ محمد صلاح الدین (کراچی): مدینہ منورہ کی ایک یادگار شخصیت، ص ۳۱

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): باباجی غلام رسول علیہ الرحمہ، ص ۱۸۵

بلیوں کیلئے اتنے ہمدرد اور شفیق ہیں تو وہ ہمارے لئے کتنے محبت کرنے والے اور شفیق ہوں گے۔
 ●۔ انہوں نے بلیاں پالی تھیں۔ پچاس سال تک بلیوں کی خدمت کی تھی۔

مدینہ منورہ کی بلیوں کے ساتھ اتنا پیار۔۔۔ ان کو خوراک فراہم کرنا۔۔۔ ان کی صحت کا خیال رکھنا۔۔۔ ان کی دیکھ بھال کرنا۔ ان بلیوں نے انہیں کیا دینا تھا، اسی نے سب کچھ کرنا تھا ان بلیوں کیلئے۔۔۔ حضور پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے امتی نے انہوں کو اور سے پیار کیا۔ ان لوگوں نے بھی اسے کیا دینا تھا اسی نے دینا تھا کہ ان کی ہمت بڑھائی، ان کے زخموں پر مرہم رکھا، ان کے دکھوں میں ان کے ساتھ رویا، ان کو اللہ کی راہ دکھائی۔ ان کے ساتھ گڑگڑا کر رب تعالیٰ سے دعائیں کیں۔۲

۱۔ اطہر قریشی، (لاہور): بابا جی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص۔ ص ۲۷۵

۲۔ ایضاً: ص ۲۷۷-۲۷۸

باب نمبر ۴

بابا جی کی شخصیت

عبادات:

باباجی فرماتے ہیں:

● — ”میری عادت تھی۔ چودہ سال کی عمر سے ہی نماز اور تہجد قضا نہیں ہوتی۔

● — میں نے روزے بہت چھوٹی عمر سے ہی لگاتا رکھنے شروع کر دئے تھے

الحمد للہ! اس رب کریم کے کرم سے تیرہ سال ان کو اظہار کی کروا تا رہا، مگر انہوں نے اپنا عمل ترمین سال مدینے شریف کے قیام میں صرف بیماری کے چند سال آخری عمر میں روزے رکھنے بند کر دئے تھے۔ سال میں تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ غیدین پر اور شعبان کی آخری تاریخ کو۔ تاکہ شعبان اور رمضان کا فرق ہو جائے۔ ویسے بھی اس دن روزہ رکھنا منع ہے۔

● — ہم دو ماہ سترہ دن مدینہ منورہ میں رہے۔ تقریباً با نانہ بابا صاحب سے

ملاقات رہتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ باباجی تمام فارغ وقت میں تلاوت قرآن مجید میں مشغول رہتے، مجھے بہت اچھے لگتے تھے۔

● — آپ کو پیشاب کی تکلیف کی وجہ سے پیشاب بار بار آتا تھا اور آپ بار بار

باتھ روم تشریف لے جاتے اور ہر بار تازہ وضو فرما کر دو رکعت نماز نفل ادا فرماتے اور پھر درود شریف پڑھنے لگ جاتے۔

● — میرے ایک عزیز دوست سجاد الرحمن صاحب جو کہ تقریباً دس برس سے

دیار حبیب عالیہ التحیۃ والتسلیم میں قیام پذیر ہیں اور نہایت عبادت گزار اور متقی انسان ہیں۔ انہوں نے ایک بار مجھ سے فرمایا کہ باباجی اتنے مضبوط جسم کے مالک ہیں کہ رمضان المبارک میں تراویح میں کئی حضرات کا وضو ٹوٹ جاتا مگر باباجی ساری ساری رات جماعت سے تراویح

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیارے۔ ص ۹۱

۲۔ ایضاً: ص ۹۹

۳۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸۵

۴۔ مقصود حسین قادری، حاجی (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۰

اور دیگر عبادات میں مشغول رہتے۔ مجال ہے، کہ ان کا وضو ٹوٹ جائے۔ میں نے ان کے پائے کا عبادت گزار نہیں دیکھا۔

● — بابا جی کی شخصیت و بیان کرنا مشکل ہے:

★ جب وہ ادائیگی نفل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف ہوتے تو کچھ اور ہی لگتے،

★ جب لوگوں سے مل جل رہے ہوتے تو کچھ اور ہوتے،

★ جب مسئلے مسائل سن کر لوگوں کیسے دعا کر رہے ہوتے تو کچھ اور ہوتے،

★ جب خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے ہوتے تو عجیب ہی منظر ہوتا،

★ جب آنکھیں بند کئے، سر جھکائے بیٹھے ہوتے تو کچھ اور ہی معلوم ہوتے۔

● — انہیں ہمیشہ تلاوت قرآن یا نوافل میں مصروف دیکھا گیا۔

● — بابا جی نماز کے پابند تھے اور نفل عبادت میں لگے رہتے تھے۔ اکثر تلاوت

قرآن پاک کرتے نظر آتے اور عام طور پر روزے کی حالت میں رہتے۔

روشن ضمیری:

● — ایک بار بابا جی نے خود بتایا تھا کہ خود بخود اندر اندر فلم چلتی رہتی ہے کہ فلاں

جگہ ایسا ہو رہا ہے اور فلاں جگہ یہ واقعہ ہونے والا ہے۔ فلاں بندے کے ساتھ یہ واقعہ ہو چکا

ہے اور فلاں کے ساتھ یہ ہونے والا ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اندر کی واردات بیان

کرنے کی اجازت نہیں ہوتی ماسوائے کسی کی مدد کرنے کے۔

۱۔ مقصود حسین قادری، حاجی (کراچی):

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۲۲

۳۔ محمد صلاح الدین (کراچی): مدینہ منورہ کی یادگار شخصیت۔ ص ۳۱

۴۔ عبد اشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۰۰-۳۰۱

۵۔ عبد اشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۲

مستجاب الدعوات:

مجاہد ملت مولانا عبدالستار خاں نیازی نقشبندی عالیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ:

● — ایک مرتبہ جب فتنہ قادیانیت فروغ پارہا تھا۔ تو میں نے اپنے ایک دوست چودھری فتح محمد بٹالوی کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام چٹھی لکھی کہ ”مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں آپ توجہ فرمائیں تاکہ رکاوٹیں دور ہوں۔“ چودھری فتح محمد صاحب نے مدینے پاک میں مقیم بزرگ باباجی غلام رسول سے بات کی تو انہوں نے فرمایا: ”میں نیازی کو جانتا ہوں، وہ طرے والا نیازی، میں نے اسے پچھلے سال دیکھا تھا، میں رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کروں گا۔ صبح پوچھ لینا۔“ اس پر چودھری صاحب نے دوسرے روز پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ”اس کو لکھ دو کہ رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔“

اور واقعی اس کے بعد ہماری مشکلات دور ہو گئیں۔ ہمارے تین دوستوں نے عالمی دورے کا بندوبست کیا، نوے ہزار روپے جمع ہو گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صاحب، علامہ شاہ فرید الحق اور خاکسار (مولانا عبدالستار خاں نیازی) دورے پر گئے۔

جنات کی حاضری:

محترم محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب بیان کرتے ہیں کہ:

● — اکتوبر ۱۹۸۵ء میں اپنے اہل و عیال سمیت مدینہ منورہ پہنچے۔ تو راستے میں باباجی کیلئے کچھ خاص قسم کا کھانا خرید لیا جو وہ بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے۔ جب ان کے پاس گھر پہنچے، کھانا وغیرہ کھایا ادھر ادھر کی باتیں ہوئیں۔ پھر مجھے فرمانے لگے کہ: ”طفیل میاں! بیوی بچوں کو جا کر ہوٹل میں چھوڑ آؤ اور خود آ کر میرے پاس رہنا۔“ میں نے عرض کی:

۱۔ عبدالستار خاں نیازی، مولانا، لاہور: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کا

آغاز۔ ص ۴۰-۴۱

”باباجی ایسا کیوں؟ جبکہ یہاں جگہ ہے میں آپ کے پاس سو جاؤں گا جبکہ

بچے دوسرے کمرے میں اماں جی کے پاس سو جائیں گے۔“

فرمانے لگا:

”میاں! بات یہ نہیں ہے۔ یہاں پر جنات ہوتے رہتے ہیں تو بچوں نے

کہیں پاخانہ وغیرہ کر دیا تو وہ ناراض ہو کر بچوں کو تنگ نہ کریں، وہ تو مجھے بھی

تنگ کرتے ہیں کہ اس نے گھر کیوں بنایا ہے۔ یہاں پر مسجد بنائے۔“

تو میں نے کہا:

”نہیں، یہاں میرا گھر ہی بنے گا۔“

میں نے کہا کہ:

”اگر دو بارہ تنگ کیا تو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بتادوں گا تو وہ ڈر

جاتے ہیں اور بھاگ جاتے ہیں۔“

عاداتِ جمیلہ:

● — پابندیِ اوقات کے ساتھ نماز، تلاوتِ قرآن پاک، نوافل کی ادائیگی،

روزے، بلیوں کی خوراک، کبوتروں کا دانہ، زائزین کیلئے لنگر، بلیوں کیلئے پنیر، زائزین کیلئے

تبرکات، دربارِ نبوی کی صفائی اور خدمت، لوگوں کیلئے دعا نہیں کرنا، سوالوں کے جواب دینا

— یہ سب کچھ اتنی ذمہ داری اور پابندی اور معیاری انداز میں کرتے تھے کہ ان کو کسی بھی

طرح مجذوب قرار نہیں دیا جاسکتا تھا نہ وہ دنیا دار تھے، اور نہ ہی مجذوب — اور شاید ایک

ولی کی یہی پہلی نشانی ہے کہ ایسی ہستیوں کو عقل اور غیب کے تصادم کے درمیان ایک توازن قائم

رکھنا پڑتا ہے۔۲

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۱

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۸

● — بظاہر وہ ایک کمزور سے انسان تھے لیکن وہ اتنے مضبوط اور عظیم انسان تھے کہ لاکھوں انسانوں کو ان کی ذات سے فیض پہنچا — اس پورے عمل کے دوران انہوں نے اپنے جسم، اپنے لباس، اپنے حلیے ہی کو کیا، اپنے خاندان اور اپنی اولاد تک و بلا وجہی نام و نمود اور سستی شہرت سے محفوظ رکھا اور انہیں کوئی ناجائز فائدہ نہ پہنچایا اور انہیں حق حلال، محنت مزدوری کی روٹی کمانے کی راہ پر چلنے دیا۔

● — اور سب سے بڑی بات یہ تھی ان کے ہاں کسی قسم کی تفرقہ بازی اور فرقہ پسندی دیکھنے میں نہیں آتی تھی۔ ان کا عقیدہ اہل سنت و جماعت کا تھا لیکن دوسرے بھی اگر ان کے پاس چلے جاتے تو وہ ان کو عزت و احترام اور شفقت دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ:

”ہیں تو سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے امتی آگے یہ جانیں اور سرکار جانیں میں تو غلام ہوں جی سرکار کا“ —

اسی طرح تمام صوفیانہ سلسلوں کا احترام کرتے تھے اور ہر سلسلہ طریقت کے لوگ باباجی کے پاس پوری عقیدت و احترام کے ساتھ حاضر ہوا کرتے تھے۔

● — اس کا اخلاق، اس کا سلوک، اس کے الفاظ، اس کے اندر کا عالم، انہوں نے کروڑوں انسانوں سے بہتر اور افضل تھا۔ وہ بے لوث انسان جس نے اپنی ساری زندگی انسانوں کی خبر گیری میں گزار دی تھی۔ کسی سے کوئی اجر، کوئی صلہ نہیں لیا تھا، کوئی دستارِ فضیلت نہیں پہنی تھی، کوئی سلسلہ طریقت جاری نہیں کیا تھا بلکہ پریشان حال اور کچی انسانیت کو اللہ اور اس کے رسول کی راہ بتاتا رہا تھا۔ اس کا اپنا وجود عمر کے ساتھ گھٹتا چلا گیا تھا لیکن اس کی شخصیت، اس کی حیثیت اور اس کا مقام بڑوں بڑوں سے بھی بڑا ہو چکا تھا۔

● — جو کچھ آنے والے نذر کرتے ہیں وہ اس رقم کا بدی گوشت خرید لیتے ہیں۔ انسانوں کیلئے بھی لنگر بناتے ہیں اور مدینے پاک کی بلیوں کیلئے بھی۔ کہیں سے بھی اور

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۶۱

۲۔ ایضاً: ص ۲۶۱-۲۶۲

۳۔ اظہر قریشی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص۔ ص ۲۷۷

کسی بھی طرح کوئی بزرگ اور بابا وغیرہ دکھائی نہیں پڑتے بلکہ عام انسان — لیکن جیسے جیسے ان کی زندگی اور اعمال پر سے پردے اٹھاتے جاؤ ان کی دعا کی کرامتیں جمع کرتے جاؤ ان پر نیکی کرم کا ثبوت ملتا چلا جاتا ہے — عام سے حلیے میں ایک بڑی ہستی جو زندہ جاوید مدینے پاک میں موجود ہے اور ”غلام رسول“ ہے — دربار رسول پاک سے بالکل قریب دربار کا خادم اور ہر طرح زائرین کے درمیان چلنے پھرنے والا درویش جو اپنا فیض دعاؤں کی شکل میں بانٹ رہا ہے۔

● — یا تو سب ان کے لئے عام سے لوگ تھے کہ وہ کسی کے رعب میں نہیں آتے تھے اور نہ ہی کسی پر رعب جماتے تھے، یا پھر سبھی لوگ، ان کے لئے خاص لوگ تھے اور وہ سب کو ایک ہی انداز میں خصوصی سلوک دیا کرتے تھے — آنے والوں میں ہر ملک کے اور ہر زبان، ہر طبقے اور ہر سطح کے لوگ شامل ہوا کرتے تھے لیکن بابا جی کا سلوک سب کے ساتھ یکساں ہوتا تھا۔ بار بار ڈہراتے:

”غلام رسول، غلام رسول یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غلام۔“

● — بابا جی دیکھنے میں بہت نرم، شفیق اور عام سے دکھائی دیتے تھے۔ عبادت، ریاضت اور نہ جانے کیا کیا کر رکھا تھا کہ صحت بالکل برباد نظر آتی تھی لیکن صبح سے رات گئے تک وہ جتنے کام کیا کرتے تھے اور جس طرح کی ان کی مصروفیات ہوتی تھیں۔ دس مضبوط صحتمند نوجوان بھی مل کر نہیں کر سکتے تھے — یہ لوگ اور یہی شخصیت اور پاور والے ہوتے ہیں لیکن نظر کچھ اور آتے ہیں۔

● — داڑھی بھی مولوی اور پیروں والی نہ تھی بلکہ عام لوگوں کی طرح جیسے کبھی خط بنوایا ہوگا۔ پھر بڑھتی چلی گئی ہوگی — اور بال بھی کم تھے۔ اور انداز ایسا تھا جیسے ان کو خیال

۱۔ عبد اشکور، الحاج (لاہور)۔ کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۰۷

۲۔ ایضاً: ص ۳۱۱

۳۔ ایضاً: ص ۳۱۱

بھی نہ ہو کہ وہ داڑھی والے ہیں۔۔۔ ان کو اس بات کا بالکل فخر نہیں تھا کہ وہ پابندی سے نماز پڑھتے ہیں، تہجد پڑھتے ہیں اور عبادت و ریاضت اور مجاہدے کرتے ہیں وہ اپنے آپ کو اتنی بھی لحاظ سے خاص آدمی خیال نہیں کرتے تھے۔ ان کا فرمانا تھا کہ عبادت تو کرنی پڑے گی، جب رب ہے تو اس کو ماننا پڑے گا۔۔۔ اگر اس کے بندے ہو تو تسلیم کرنا پڑے گا اور نہ جھکا کر پڑے گا۔

●۔۔۔ باباجی کسی بھی زاویے سے پرسکون شخص دکھائی نہیں دیتے تھے بلکہ یہی نظر میں ایسا لگتا تھا جیسے اندر ہی اندر بہت مصروف ہوں اور کسی خیال یا عمل میں محو ہونے ہوں اور اوپری طور پر آنے والے لوگوں کے ساتھ مصروف ہوں۔۔۔ بعد میں ایک بار باباجی نے خود بھی بتایا تھا کہ خود بخود فلم چلتی رہتی ہے اندر ہی اندر کہ فلاں جگہ ایسا ہو رہا ہے اور فلاں جگہ یہ واقعہ ہونے والا ہے۔ فلاں بندے کے ساتھ یہ واقعہ ہو چکا ہے، اور فلاں کے ساتھ ہونے والا ہے انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اندر کی واردات بتانے کی اجازت نہیں ہوتی۔

●۔۔۔ ہر آنے والے کو نرم انداز میں ملتے، ان کے چہرے پر عجیب سی معصومیت اور نرمابٹ ویسے بھی ہر وقت موجود رہتی تھی۔۔۔ ان کو ناراض ہوتے، غصہ کرتے اور تنہا کا اظہار کرتے میں نے کبھی نہیں دیکھا۔۔۔ اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے۔ بالکل گنہگار انداز میں باتیں کرتے تھے۔

●۔۔۔ میں الحمد للہ! اس رب کریم کے کرم سے ان کو افطاری راتاً راتاً ہائے عمر انہوں نے اپنے عرصہ ترین سال مدینہ شریف کے قیام میں بیماری کے چند سال آخری عمر میں روزے رکھنے بند کر دئے تھے۔ سال میں تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ عیدین پر اور شعبان کی آخری تاریخ کو تا کہ شعبان اور رمضان شریف کا فرق ہو جائے۔ ویسے بھی اس دن روزہ

۱۔ عبد اشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۲

۲۔ ایضاً: ۳۱۳

۳۔ ایضاً: ۳۱۲

رکھنا منع ہے۔ یہ تین دن جب ان کا روزہ نہیں ہوتا تھا۔ میں دوپہر کو گوشت کے شوربے میں خمیری روٹی بھگو کر لے جاتا ہم دونوں اکٹھے کھاتے تھے۔ باباجی کھاتے بھی جاتے تھے اور ہنستے بھی جاتے تھے کہ آج کھانا کھاتے ہوئے دوپہر کو کتنا عجیب سا لگتا ہے۔

● — باباجی جو خادمِ رسول، عاشقِ رسول، غلامِ رسول تھے۔ حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے ہر فرد سے شفقت فرماتے اور نوازش فرماتے، خواہ کوئی غریب ہو، مزدور ہو، کوئی صدر ہو یا وزیر ہو، کوئی افسر یا بیوپاری ہو — وہ تو سب کے تھے۔ علماء، فقیہان، پیران طریقت اور سجادگان کو اہمیت دیتے تھے اور سب کی عزت افزائی فرماتے۔ کبھی کسی کو بہتر اور کسی کو کمتر قرار نہیں دیا بلکہ فرماتے تھے:

”سب کا رسول ایک ہی ہے، سب ایک ہی پھلواڑی کے پھول ہیں اور میں تو

غلامِ رسول ہوں۔ میرے لئے سب کا ادب اور احترام لازم ہے۔“

● — میں نے اس قسم کا پیر، فقیر کبھی نہ دیکھا اور نہ پڑھا سنا — باباجی اللہ سے، اللہ کے رسول سے، اللہ کے بندوں سے، رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے اور پرندوں سے، جانوروں تک سے پیار کرتے تھے اور ان کا پیار صرف جذبہ نہیں تھا بلکہ مسلسل عمل کا نام تھا، وہ اسی عمل کو زندگی قرار دیتے تھے۔

سراپاسادگی:

● — مجھے اس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ جس ہستی کی اتنی دھوم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر مہربان ہے، اسکی دعائیں قبول ہوتی ہیں — وہ ہستی وہی، بابا غلام رسول صاحب، اتنے سادہ — اتنے عاجز — اتنے فقیرانہ۔

۱۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ) رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے۔ ص ۹۹

۲۔ جاوید علی شاہ (ماتان) فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۳

۳۔ ساجد علی (انور) وہ تو دعائی دعائے تھے۔ ص ۳۰۴

۴۔ اظہار الحق (کراچی) پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۱

● — لیکن باباجی کہیں سے بھی بزرگ اور ولی، درویش فقیر نظر نہیں آتے تھے۔

ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی مزدور، محنت کش آدمی ہے۔ عام سے انداز اور عام سے لباس میں — بہت سادگی، بہت عاجزی اور انکساری کے ساتھ۔

● — ایک شام زائرین میں سے ایک صاحب نے گزارش کی کہ وہ باباجی

کا مرید ہونا چاہتا ہے۔ باباجی نے مسکرا کر فرمایا کہ:

”میں پیر صاحب نہیں ہوں۔ میں تو بس اپنے آقا کا غلام ہوں۔ مرید بننے

کیلئے کسی مرشد کی تلاش کرو، جس سے دل بندھ جائے۔“

● — باباجی سے مل کر یہی محسوس ہوتا تھا جیسے کسی کو بہت قیمتی چیز آسانی سے

جائے۔ باباجی بڑے ولی درویش انسان تھے لیکن عام انسانوں کی آسان رسائی میں تھے۔

ایک عام آدمی ان تک آسانی سے پہنچ سکتا تھا۔ ان سے ملو، ان سے باتیں کرو، ان سے پوچھو

ان سے سیکھو، ان سے دعائیں لو اور تبرکات بھی اور لنگر بھی کھاؤ۔ ان سے دکھ سکھ بھی کر لو، ان

سے تسلیاں بھی حاصل کر لو، وہ حوصلہ افزائی بھی کریں گے، دعائیں بھی دیں گے، پیار بھی کریں

گے اور حضور پاک علیہ التحیۃ والثناء کی خدمت میں آپ کا مسئلہ پیش کرنے کا وعدہ بھی کریں

گے۔ اور اگلے روز فرمائیں گے کہ ٹھیک ہو جائے گا۔ ۳

● — مضبوط وجود، خوبصورت رنگ و روپ، لمبا سفید کرتا اور سفید موتی،

جالندھر انداز کی سر پر پگ، جس پر سفید موتی لگے ہوئے اور داڑھی مبارک بھری ہوئی، چہرے

پر مقدس تاثرات اور شفقت بھری مسکراہٹ، آنکھوں میں رت جلوں کی سرخی اور مضبوط ہاتھوں

کی انگلیوں سے نکلنے والی نیلی آسمانی روشنی۔ ۴

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۱۹

۲۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۷۳

۳۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا ہی دعا تھے۔ ص ۲۲۹

۴۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۰

● — باباجی کی سادگی میں بھی وقار ہوتا تھا۔ بولتے تو الفاظ ان کی شخصیت اور مزاج کی گواہی ہوتے۔ ان کے کمزور وجود میں بہت مضبوط عشقِ رسول تھا۔ صحت ٹھیک ہی تھی لیکن حادثے کی وجہ سے تموزی سہانگ باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس لئے آہستہ آہستہ چلتے تھے۔ پاجامہ اور کرتا پہنتے تھے۔ چھوٹے پانچے، نیسے اور آسن والا پاجامہ — چہرے پر عجیب سا اطمینان اور شہراؤ ہوتا تھا اور طبیعت میں بہت سکون ظاہر ہوتا تھا جیسے ڈھیر ساری نعمتوں سے مالا مال ہوں۔

عاجزی وانکساری:

● — ایک صاحب نے باباجی کے سامنے باباجی کی بہت ہی تعریف کی۔ اپنی تعریف سن کر باباجی کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن مسکراہٹ بدستور موجود تھی، فرمایا:

”میں تو کچھ بھی نہیں جی! جو کچھ ہے میرے سرکار کی برکت ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) — اس طرح کی باتیں کر کے آپ میرا دماغ خراب نہ کرو۔“

ایسی ٹوٹی ٹانگ والا، ایسا پھٹے پاجامے والا، ایسا کمزور وجود، ایسی چھٹی جیب والا، ایسی بھونڈی شکل والا کیسے دیو داس بن سکتا ہے — یہ سارا اھیل تو ہے سبز گنبد والے کا اور سارا کام ہے نیلی چھتری والے کا میں تو بس تماشاخی ہوں — اور گواہ ہوں اس کی رحمتوں کا۔

● — ایک صاحب نے کہا: ”باباجی آپ اللہ کے ولی ہو آپ پر اللہ مہربان ہے“ مسکراتے لگے، فرمایا: اوئے! میں اتنا کمزور تے معذور انسان ولی کس طرح ہو سکتا ہے۔ ولیوں کی یہ شکل ہوتی ہے بھلا۔ ولیوں کی بڑی شان ہوتی ہے، ولیوں کا بڑا مقام ہوتا ہے، ان کا بڑا کام ہوتا ہے۔

۱۔ منیر الاسلام حسنی، سید (الہ بور) باباجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ، ص ۳۲۹

۲۔ اظہار الحق (کراچی) میں پھر ولیوں کو ماننے لگا، ص ۱۳۴

۳۔ سیم غفل (رحیم یار خاں) میں نے زندہ ولی دیکھا، ص ۱۶۶

امانت داری اور دیانت داری:

● — میری عادت تھی کہ جب بھی باباجی کے پاس جاتا ان کو دودھ کیسے دوسو ریال دیتا تو باباجی فرماتے کہ میں سو ریال رکھتا ہوں سو ریال باباجی کی بلیوں کے واسطے وقف کر دو۔

● — جب میں شروع میں آیا ۱۹۲۸ء میں۔ باب مجیدی سے برک پارک کے ڈاکخانے کے عین پیچھے حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی عالیہ الرحمہ کے گھر سے چند قدم آگے رباط نجار میں ان کا ایک بہت چھوٹا سا کمرہ تھا جو کاٹھ کباڑ سے بھرا ہوا تھا۔ یہ وہ سامان تھا جو کچھ لوگ مدینے شریف میں حج اور عمرے کے بعد برکت کیلئے کوئی چیز چھوڑ جاتے تھے۔ کمرہ منہ تک بھرا ہوا تھا۔ میں نے اور جالندھر کے ہمسائے عبدالحکیم صاحب نے صاف کیا تو اس میں جو سامان تھا اسکی تفصیل کچھ اس طرح ہے: برتن اور کپڑے، اور سروں کے بال۔ یہ سامان تھا جس میں سے کچھ پر تاریخ لکھی تھی یعنی ۱۹۳۰ء سے لے کر ۱۹۷۰ء تک۔

● — ایمانداری کا یہ عالم تھا کہ بلیوں کے لیے ملنے والے عطیات میں سے ایک سدہ بھی لنگر کے عطیات میں شامل نہیں ہوتا تھا۔

● — انہوں نے اپنے جسم، اپنے لباس، اپنے حلیے کو کیا اپنے خاندان اور اپنی اولاد تک کو بلا وجہ کی نام و نمود اور سستی شہرت سے محفوظ رکھا اور انہیں کوئی ناجائز فائدہ نہ پہنچایا اور انہیں حق حلال اور محنت مزدوری کی روٹی کمانے کی راہ پر چلنے دیا۔

● — باباجی عام طور پر رجسٹر میں اندراج کرا کے رقم کی وصولی دیا کرتے تھے۔

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۳

۲۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ ص ۹۰

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۶

۴۔ ایضاً: ص ۲۶۱

۵۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی یادیں۔ ص ۲۷۰

عفو درگزر:

● بابا جی کے پیچھے ان کی جان کے دشمن لگ گئے تھے، لیکن انہوں نے کبھی اس کی پروا نہ کی۔ محمد طفیل مدنی صاحب کے نام خط میں اس کی تفصیلات موجود ہیں۔

خلوص:

● بابا جی فرماتے تھے کہ جو کام ذاتی طور پر کرتے ہو اس کا دوسروں سے فائدہ نہ کیا کرو اور نہ ہی کسی پر اپنے اچھے کام اور نیکیوں کو ظاہر کرو۔ ان کاموں کا اجر تم نے اللہ اور اس کے محبوب سے لینا ہے یا اپنے آس پاس عام لوگوں سے۔ لوگوں کو بتا کر اور دکھا کر کی جانے والی نیکی اور اچھے کام اللہ کے ہاں بے اجر ہو جاتے ہیں۔

بے نیازی و خودداری:

● صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے ڈاکٹر محمد حسین کے ہاتھ چار سو ریال بابا جی کو نذرانہ بھیجا تو بابا جی تہجد کے وقت میرے گھر پہنچ گئے کہ انہوں نے یہ رقم کیوں بھیجی ہم کوئی گدا نہیں ہیں۔ اللہ کریم ہمارا رازق ہے۔ ہم تو سرکار کے در کے سوا ہی ہیں۔ یہ رقم ان کو واپس کر دیں۔ میں نے عرض کیا حضرت وہ تو اسلام آباد (پاکستان) چلے گئے ان کو خط لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس مطلب سے یہ رقم بھیجی ہے تو پھر اسلام آباد جنرل صاحب کو عرضہ ارسال کیا جو اب ملا کہ آپ کی مرضی ہے جس مد میں چاہیں خرچ کر لیں۔

● ہم نے دو ماہ سترہ دن تک قیام مدینہ منورہ میں دیکھا کہ بابا صاحب ہر قسم کی لالچ سے پاک شخصیت تھے انہوں نے ایسا کوئی ماحول ہی نہیں رکھا تھا کہ ان کو پیسے دئے جاتے ان کی خود اپنی زندگی دوسروں کیلئے وقف تھی۔ دربار رسول کی خدمت، تلاوت قرآن مجید، لوگوں سے ملاقات، دعا کرنا، لنگر کی تیاری اور بلیوں کی خدمت۔ اسی میں ان کا سارا دن

۱۔ محمد طفیل بھٹی۔ مدینہ منورہ

۲۔ محمد نعیم (کراچی)۔ وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۳۱

۳۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ)۔ بابا جی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۰۹

ساری رات ہی سیاپوری عمر گزرتی جا رہی تھی۔

● ایک روز باباجی حضور مجھ سے فرمانے لگے کہ ”بیٹا مقصود! صوفی اللہ بخش بھٹہ صاحب مجھ سے کہتے ہیں کہ صدر ضیاء الحق سے میری سفارش کرا کر مجھے تا بعد (نیشنالی) دو اس طرح مجھے بھی ویزے نکلوانے میں آسانی ہوگی۔“ مگر باباجی نے فرمایا ”بھٹہ صاحب! میں نے صاف کہہ دیا ہے کہ میں یہ کام نہیں کر سکتا، اگر آپ نے مجھے اپنے گھر میں اس مقصد کیسے رکھا ہوا ہے تو میں آج ہی آپ کے گھر سے چلا جاتا ہوں تو پھر بھٹہ صاحب کی موش ہوئے۔“

حسن سلوک اور مہمان نوازی:

● باباجی کے پاس مہمان اکثر آتے رہتے تھے۔ آپ پختی کا ذرا اپنے ہاتھ سے کھول کر عطا فرماتے تھے اور ان سے خیریت معلوم کرتے اور ان کی ہر طرح دلجوئی فرماتے جاتے ہوئے ان کو ٹوپی، تسبیح اور کھجوروں کا پیکٹ ضرور عطا فرماتے۔

● میرے دوست شیخ صبورا احمد صاحب فرماتے تھے، میں باباجی سے ملاقات کیلئے حاضر ہوا تو مجھے بھی بہت سی ٹوپیاں، تسبیحیں اور کھجوریں عنایت فرمائیں۔

● جب کوئی مہمان آپ سے ملنے کیسے آتا تو آپ فرماتے: ”مدینے کے

کتے کے پاس حضور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان شریف لائے ہیں۔“

● ہر آنے والے کو نرم انداز میں ملتے ان کے چہرے پر نجیب سی معصومیت و نرمابٹ ویسے بھی ہر وقت موجود رہتی تھی۔ ان کو ناراض ہوتے، غصہ کرتے اور تحسین کا اظہار کرتے میں نے کبھی نہیں دیکھا اپنا کام خود کرنے کے عادی تھے، بالکل گھر بیوا انداز میں باتیں کرتے تھے۔

۱۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۸

۲۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۰

۳۔ ایضاً ص ۱۹۹

۴۔ صبورا احمد شیخ (کراچی): (بروایت پروفیسر ڈاکٹر محمد سعید احمد صاحب)

۵۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۲۰۰

۶۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۳

● — شارع مسجد اجابہ پر رباط مکی ہے۔ اس رباط کے خادم صوفی محمد اسلم صاحب کے پاس اکثر باباجی مجھے بھیجتے اور فرماتے کہ:

”بیٹا صوفی اسلم کے پاس جاؤ۔ میں نے ان سے مدینہ پاک کی اعلیٰ کھجوریں منگوائی ہیں وہ تمہیں کھجوروں کا ایک تھیلہ دیں گے وہ تم اٹھا کر لے آؤ۔“

چنانچہ میں حکم کی تعمیل کرتا اور کھجوریں لینے صوفی اسلم صاحب کے پاس پہنچ جاتا۔ وہ مجھ کو فرماتے کہ:

”باباجی ہمیشہ تازہ کھجوریں مجھ سے منگواتے ہیں۔“

میں ان سے وہ کھجوریں لے کر جب باباجی کے پاس آتا تو آپ بہت خوش ہوتے اور میرے ساتھ کھجوروں کے پیکٹ بنا بنا کر رکھتے جاتے۔ میں عرض کرتا میں پیکٹ بنا لوں گا مگر آپ فرماتے کہ بیٹا مجھے یہ کام کرنے میں بہت سکون ملتا ہے۔

● — ایک خاص بات باباجی میں یہ بھی دیکھی تھی جس سے ایک بار مل لیتے اس کو کبھی بھولتے نہیں تھے۔ لاکھوں سے زیادہ افراد حج اور عمرے کے موقع پر باباجی سے مل چکے تھے اور باباجی نے سب کو یاد رکھا ہوا تھا۔ اگر ان میں سے کوئی دو چار یا دس بارہ سال بعد بھی دوبارہ حج یا عمرے کو آجاتا تو باباجی اس کو پہچان لیتے اور اس سے برسوں پہلے کے اسی مسئلے کے بارے میں پوچھ کر بات شروع کرتے۔ اگر بندہ خوش ہو کر اس کام کے ہو جانے یا پریشانی دور ہو جانے کی خوشخبری دیتا تو فرماتے یہ سب میرے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعاؤں کی برکت سے ہوتا ہے۔^۲

● — ایک بار حقوق العباد کے حوالے سے فرمایا اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے پر نظر رکھتا ہے کیونکہ ہر بندے کو دنیا بھر کے تمام انسانوں، مخلوقات، علاقوں اور اشیاء کے سلوک کی ذمہ داری دے کر بھیجا جاتا ہے جو اس کی زندگی کے دوران اس سے رابطے میں آجائیں گے اور

۱۔ مقصود حسین قادری، کراچی

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۶

مرنے کے بعد جواب بھی اس سے لیا جائے گا کہ اس نے وہ سلوک والی ذمہ داری اس طرح پوری کی۔ یہی وہ ذمہ داری ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور نائب قرار دیا۔

● — ماشاء اللہ۔ تبارک اللہ۔ یادداشت کا سو سال کی عمر میں یہ حال تھا کہ اگر

کوئی شخص کسی ساتھی کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اپنا اور اپنے ساتھی کا نام بتاتے ہوئے تعارف کرایا اور ان دو اشخاص میں سے اگر ایک آدمی کئی سال کے بعد باقی ہوئے یا تو

نورا پوچھتے تھے تمہارے فلاں نام کے دوست کا کیا حال ہے؟ — ۲

● — اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سب کو یاد رکھنا اور رور و کران کے لئے دعا میں

بھی کرنا۔ ان کے ساتھ بھی اور ان کے بعد بھی — برسوں یاد رکھنا اور آنے جانے والے

کے ذریعے دور دور ملکوں تک کھجوریں، ٹوپیاں، تسبیح، جائے نمازیں، تحفہ اور دعا کے طور پر

بھجواتے رہنا۔ کیونکہ ایک بار مل جانے والے لوگ انہیں بلیوں سے زیادہ عزیز ہو جاتے تھے۔

غیر مسلموں سے حسن سلوک:

● — ایک نوجوان نے پوچھا: باباجی ہمارے ملک میں غیر مسلم بھی رہتے ہیں تو

ان کے ساتھ کیسے تعلقات رکھے جائیں، فرمایا: غیر مسلم بھی تو انسان ہیں جی! — ان کے

ساتھ انسانی حقوق کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، قیدی کو

رہائی دلانا، بیمار کی عیادت کرنا، یہ سب انسانی اخلاق ہیں — انسانی اخلاق کو قائم رکھنے

سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور رسول پاک رحمۃ للعالمین ہیں۔

غیر مسلم پڑوسی کو پڑوس کے پورے حقوق حاصل ہیں۔ ۳

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۹

۲۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ ص ۹۷

۳۔ اظہر قریشی (لاہور): باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص۔ ص ۲۷۸

۴۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۵

احسان مندی:

● — ایک دن باباجی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں والد بزرگوار کو حج کرانا چاہتا ہوں اور نیکیوں کا عوضانہ پیش کرنے کی تمنا رکھتا ہوں جو میرے والد نے عمر بھر مجھ سے کی ہیں۔ — جمعۃ المبارک کے دن جواب ملا۔ باباجی فرماتے ہیں کہ: ”مجھے یہ ایک طرح سے اجازت ملی تھی۔ چنانچہ میرے والد بزرگوار نے حج اکبر ادا کیا۔ اس روز جمعۃ المبارک تھا۔ تمام اخراجات کے کفیل باباجی تھے۔ باباجی نے والد بزرگوار سے ایشیہ زندگی مدینہ منورہ میں گزارنے کی استدعا کی لیکن انہوں نے بعض مجبوریوں کا تذکرہ کیا اور واپس جاندھر چلے گئے۔ قیام پاکستان کے وقت ۱۹۴۷ء میں سکھوں نے انہیں شہید کر دیا۔“

جذبہ خدمت خلق:

● — تبرک کے طور پر آپ کے پاس ہزاروں ریال مہمان حضرات دے کر جاتے تھے۔ مگر آپ میرے ہاتھ سے قیموں، بیواؤں، مسکینوں اور ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ ۲

● — میں ان کے مزار پر حاضر ہوا اور وہاں موصل میں بیت المقدس میں اور بھی انبیائے کرام کے مزارات ہیں۔ میں وہاں دکانوں کی راہی کرتا تھا اور جو پیسے ملتے تھے وہیں لوگوں میں خرچ کر دیتا تھا۔ زیارت کیلئے آنے والے جب بیت الخلاء میں جاتے پیچھے ان کا سامان غائب بھی ہو جاتا تھا۔ میں نے بیت الخلاء میں جب ان کے سامان کی دیکھ بھال کا کام شروع کیا تو ہمیشہ زیادہ پیسے ملتے تھے۔ میں کسی ضرورت مند کو کپڑے، کسی کو سامان، اور کسی کو کچھ لے کر دے دیتا تھا اور کہتا میرے واسطے دعا کیا کرو۔ ۳

۱۔ اشفاق حسین قریشی (الہور) باباجی بلیوں والے۔ ص ۱۹۶

۲۔ مسعود حسین قادری۔ کراچی ”باباجی نام رسول علیہ الرحمہ“ ص ۱۹۸، ۱۹۹

۳۔ جاوید علی شاہ (ماتان) فیض جاری ہے۔ ص ۲۳

● — باباجی کی اہلیہ بہت سخت مزاج تھیں۔ باباجی سے بات بات پر ناراض ہوتی تھیں اور بعض اوقات تو ترش بات بھی کہہ جاتیں۔ مگر آپ ہمیشہ ہنس کر مال دیتے تھے۔ اور بہت پیارا اور نرمی سے ان کو سمجھاتے۔ وہ مجھے کہتیں: ”دیکھو بیٹا اتنے ریل آتے ہیں مگر یہ مجھے کچھ نہیں دیتے تو باباجی حضور نے مسکراتے ہوئے فرمایا: ”اے نبی بخت! یہ مدینے پاک کے قیموں، بیواؤں اور مسکینوں کا مال ہے اس میں سے میں تجھے کچھ نہیں دے سکتا، تو مجھ سے مت لڑا کر۔“

● — باباجی نے فرمایا کہ کتنی رقم ہے، بتایا تو فرمایا اتنی رقم ان کو دے دیں، اتنی ان کو دے دیں۔ ہم نے محسوس کیا کہ وہاں شور پڑ گیا تھا۔ ”باباجی آگئے، باباجی آگئے۔“ گویا باباجی وہاں اس طرح آتے رہتے تھے اور رقم تقسیم کرایا کرتے تھے۔ دینے والا اپنے ہاتھوں سے دے اور اپنے اطمینان سے دے۔ ضعیف خواتین میں بھی رقم تقسیم کرائی اور ان کی تعریف فرمائی کہ ”یہ مانگنے والیاں نہیں ہیں۔ یہ بہت شریف لوگ ہیں لیکن غریب اور ضرورت مند ہیں۔“ ہم نے یہ بھی دیکھا کہ ضرورت مندوں کا جھوم تھا لیکن جنہیں رقم نہیں ملی تھی وہ بھی بہت ادب کے ساتھ پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ تین چار گلیوں سے گزرنے کے بعد جب رقم ختم ہو گئی تو بھی کچھ دور ساتھ لئے چلتے رہے۔۲

وسعت قلبی:

● — ان کے اندر اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم اور عشق رسول کی خوشبو نہیں یقین کے موسم کی طرح ہمیشہ طاری رہتی تھیں۔ وہ فرقہ واریت کے خلاف تھے۔ وہ انسان سے نفرت کی بجائے ان کے ساتھ درگزر اور رحم کرنے کے سلوک کو زیادہ اہمیت دیتے تھے۔ وہ مافی فاندوں سے زیادہ انسانی فاندوں کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ ہر انسان کو دنیا میں اس کے معاشرے میں اس کے گھر میں اللہ تعالیٰ نے جو حیثیت اور اہمیت عطا فرمائی ہے۔

۱۔ بروایت مقصود حسین قادری (کراچی)

۲۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۵

انسان اس منصب کو پوری دیانتداری اور بھرپور انداز میں نبھائے۔ تاکہ اس کو روحانی خوشی حاصل ہو۔ اس کے لواحقین بھی اس کو عزت و احترام دیں۔ معاشرہ بھی اس کو اہمیت دے اور دنیا بھی اس کے ہونے کے تعریف کرتے۔ باباجی فرماتے تھے کہ زندگی کو شکر اور خوشی کا وظیفہ بناؤ۔ ایک آدمی نے پوچھا۔ کیسے باباجی؟ فرمایا:

”کیسے؟ حضور پاک کو سمجھو اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کرو۔ لیکن نقل کرنے اور پیروی کرنے میں فرق ہوتا ہے۔ حضور پاک کی سیرت تو قرآن پاک کا عملی نمونہ ہے جتنا زیادہ کر سکو گے اتنا زیادہ شکر اور خوشی سے مالا مال ہو جاؤ گے۔“

● — ایک بار ایک ہندوستانی مسلمان آیا اور باباجی سے عقیدہ تمندی کرنے لگا کہ آپ ہمارے ملک کے ہیں۔ ہم چند پاکستانی بھی بیٹھے تھے۔ باباجی کے رشتے دار لاہور میں رہتے ہیں اور ہمارا عقیدہ تھا کہ باباجی ہمارے ہیں لیکن باباجی نے جو جواب دیا اس نے ہمیں حیران کر دیا فرمایا:

”بھولے بادشاہ! ہم تو اس دنیا کے بھی سگے نہیں جہاں پیدا کئے گئے ہیں اور ساری حیات گزار دی۔ ادھر سے بھی آگے جانا ہے، تو پھر ہندوستانی، پاکستانی ہونے کا کیا سوچیں؟ — سوچنا یہ چاہیے کہ اللہ کے کتنے بندوں کی خدمت کر سکے اور کتنوں سے دعائیں لیں۔“

سخاوت:

آپ حد درجہ تنگی تھے۔ ایک بار ایک عقیدہ مند آ گیا۔ اسکی ٹانگ میں سخت درد تھا۔ یہ سردیوں کے دن تھے۔ آپ نے اس کی ٹانگ پر دم فرمایا اور اس سے کہا بازار سے گرم پاجامہ

۱۔ منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار علیہ الرحمہ، ص ۳۲۵

۲۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۷، ۲۲۸

خرید کر پہن لو تا کہ ٹانگوں کو ہوانہ لگے۔ اس نے کہا باباجی! میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا: ”اچھا تم باہر جاؤ، اور مجھے فرمایا کہ بیٹا تم بھی ذرا باہر چلے جاؤ۔ تم باہر آگے۔ دو منٹ بعد ہی باباجی نے ہمیں آواز دے کر اندر بلا لیا اور فرمایا: کہ بیٹا میں نے یہ اپنا پا جامہ اتار دیا ہے اس کو ابھی پہن لو تا کہ تمہاری ٹانگوں کو ہوانہ لگے، چنانچہ اس کو اپنے کمرے میں ہی پا جامہ پہنا دیا پھر اس کو نو پی، تسبیح اور کھجوریں دے کر رخصت فرمایا۔

● ایک صاحب نے سخاوت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا: ”جو اللہ کے نام پر خرچ کرتا ہے اور کسی کی مدد کرتا ہے وہ سچی ہے اور سچی تو اللہ کا دوست ہے۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ سخاوت تو اللہ کو قرض دینے کا نام ہے، اور اللہ تعالیٰ اس کو ڈبل کر کے لوٹاتا ہے، اگر تم اللہ کے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا نام سن کر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولے گا۔“

● باباجی کے پاس چند دنوں میں جب بہت سے ریال جمع ہو جاتے تو مجھ سے فرماتے کہ بیٹا یہ ریال باب العوالی (مسجد نور) مولانا عبدالقادر صاحب کو دے آؤ۔ اس تمام رقم میں سے آپ مجھے تینہوں، بیواؤں اور کبوتروں کے دانے کے پیسے الگ الگ کاغذ پر لکھواتے۔ مولانا عبدالقادر صاحب بچوں کو قرآن پاک پڑھاتے تھے آپ ملتان کے رہنے والے تھے۔ کافی عرصہ سے مدینہ طیبہ میں قیام پذیر ہیں۔ آپ مدینہ پاک کی پاک سرزمین پر ہمیشہ ننگے پاؤں چلا کرتے تھے چاہے سخت سردی ہو یا سخت گرمی مگر آپ جوتا نہیں پہنتے تھے جس کی وجہ سے آپ کے پیروں کی کھال سخت موٹی اور کالی ہو گئی تھی۔

۱۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۹۹

۲۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۹

۳۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ

ایثار

● — یہی منزل میں وادہی فاطمہ پہنچے وہاں مدینے کی شکر قندی ملتی ہے۔ میں نے وہ پکانی جو پیدل چل کے آئے تھے وہ کہنے لگے ہمارے ملک میں نہیں ہوتی بڑی لذیذ اور مینھی شکر قندی تھی۔ انہوں نے کہا ہم تو یہی کھا کیں گے۔ میرے پاس کچھ پیسے تھے اس کی کو تین اگے، چار کلو پانچ اگے لے دی۔ سب سے زیادہ میں نے اٹھائی کہ کہیں گے ہم روزیادہ بوجھ دیا ہے۔

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): یادگار گفتگو دسمبر ۱۹۸۵ء انٹرویو۔ ص ۵۰

باب نمبر ۵

اندازِ جہاں بانی

دنیا کے بڑے لوگ:

● — راجیو گاندھی جب بھارت کا وزیر اعظم تھا تو اس نے راجستھان کے بارڈر پر بہت سی فوج جمع کر دی تھی اور یوں لگتا تھا کہ پاکستان پر حملہ ہونے والا ہے۔ ان دنوں باباجی نے صدر ضیاء الحق کو پیغام بھیجا کہ وہ خواجہ غریب نواز کی خدمت میں جائیں۔ صدر صاحب فوراً جے پور میں میچ کے بہانے پہنچے اور سلطان الہند کے دربار میں حاضری کے بعد جے پور میں راجیو گاندھی سے ملے اور انہیں اس طرح کا جملہ کہا:

”سنا ہے کہ آپ پاکستان آنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں، شوق سے آئیے ہم

استقبال کیلئے موجود ہوں گے۔“

اس کے چند دنوں بعد بھارتی فوجیں راجستھان کے بارڈر سے واپس چلی گئی تھیں۔

● — قصر قیافہ میں مقیم تھا۔ الحمد للہ! مگر وہاں چونکہ سرکاری مہمان آئے تھے اس زمانے میں پاکستانی سفیر جنرل فضل مقیم تھے۔ وہ باباجی کی خدمت میں آتے رہتے تھے۔

ٹانگ کا حادثہ:

۱۹۷۴ء میں گاڑی سے ٹکرانے سے ٹانگ خراب ہو گئی تھی اور ٹھیک طرح سے چل نہیں پاتے تھے لیکن جس طرح وہ چلے ہیں بڑوں بڑوں کو ویسا چلنا نصیب نہیں ہوا۔ وہ غلام رسول، وہ عاشق رسول، کتنا بلند نصیب تھا ان کا کہ پچاس برس رحمۃ اللعالمین کی دیوار سے لگے بیٹھے رہے۔

● — تکلیف جب زیادہ ہو گئی تو جنرل ضیاء الحق نے کرنل مختار اور جنرل

۱۔ حفیظ تائب (لاہور): پیشوائی۔ ص ۲۱، ۲۲۔

۲۔ محمد طفیل مدنی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ ص ۷۵

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۵

ذوالفقار کو بھیجا جنہوں نے یہاں ملکہ ہسپتال میں علاج کیا لیکن عمر زیادہ ہونے کی وجہ سے کچھ خاص کامیاب نہ ہو سکا۔

● — ۱۹۷۷ء میں جب جنرل ضیاء الحق صدر پاکستان عمرے کیلئے گئے تو...

باباجی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دعائیں لیں۔

● — بیگم شفیقہ ضیاء الحق صوفی احمد بخش بھٹہ صاحب کے مکان پر باباجی حضور

سے ملنے آتی تھیں۔

● — ۱۹۷۷ء میں جب پاکستان کے صدر جنرل ضیاء الحق صاحب ہوئے تو

عمرے کیلئے تشریف لائے۔ ان کے قرابت دار یہاں پاکستان ہاؤس میں ڈاکٹر محمد حسین

صاحب تھے۔ وہ رات کو باباجی کے پاس عشاء کے بعد تشریف لائے میں بھی باباجی کے پاس

بیٹھا تھا۔ انہوں نے کہا کہ باباجی آپ کو پریذیڈنٹ صاحب یاد کرتے ہیں۔ باباجی نے مجھ

سے پوچھا یہ کون صاحب ہوتے ہیں میں نے عرض کیا کہ پاکستان کے بادشاہ، تو باباجی نے

فرمایا کہ بادشاہوں سے ہمارا کوئی کام نہیں ہم مسکین لوگ ہیں اور دو جہاں کے شہنشاہ کے

دروازے کے گدا ہیں۔ پھر ڈاکٹر محمد حسین نے کہا:

”کہ اگر آپ ان کے پاس پاکستان ہاؤس نہیں جا سکتے تو وہ یہاں تشریف

لے آئیں تو باباجی نے فرمایا کہ میں مسکین آدمی ہوں میرے پاس جو آنا چاہے

آ جاوے، میں تو عاجز بندہ ہوں۔“

بعد میں جنرل صاحب ان کے پاس تشریف لائے کچھ باتیں ہوئیں تو آپ نے دعا

دی اور فرمایا کہ ہمت کر کے پاکستان میں اسلامی قانون نافذ فرمادیں اللہ آپ کی بادشاہت

قائم رکھے اور خیر و برکت دے۔ پھر جنرل صاحب نے چار سو ریال بطور نذرانہ پیش کئے

۱۔ خورشید احمد، الحاج (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ ص ۹۶

۲۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۱۰۸-۱۰۹

۳۔ مقصود حسین قادری (کراچی): باباجی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ، ص ۲۰۰

لیکن باباجی نے یہ رقم جنرل صاحب کو واپس کر دی اور فرمایا کہ ہم کوئی گدا نہیں ہیں۔

سیاسیات:

● — باباجی نے مسکرا کر ان صاحب کی طرف دیکھا پھر فرمایا: ہندوستان میں دین دھرم کا مسئلہ پہلے بھی کبھی اتنا زیادہ نہ تھا۔ ہندو، بدھ، جین، سکھ، عیسائی، پارسی، مسلمان سب مل کر رہتے آئے ہیں۔ لیکن آبادی کا اور اکنامکس کا جب مسئلہ پیدا ہوا تو ہندوؤں نے فرنگیوں کے ساتھ مل کر مسلمانوں کو تباہ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت بھی سیاسی لوگوں نے دین دھرم کا نعرہ لگایا تھا لیکن اس وقت بھی یہ حال تھا کہ ہندو مرد اور عورتیں مسلمانوں کے تہواروں میں شریک ہوتے تھے۔ درویشوں کے پاس جاتے تھے، مزارات پر حاضری دیتے تھے۔ ایک دوسرے کا خیال رکھتے تھے، عید، بقر عید، ہولی، شب برأت، دیوالی، رمضان، محرم سب مل کر مناتے تھے۔ سکھ، عیسائی، بدھ، جین، پارسی سب ملا جلا تھا لیکن اکنامکس کا مسئلہ پیدا ہوا تو دین دھرم کی نعرے بازی شروع ہو گئی اور مسلمان لیڈروں نے فائدہ اٹھا کر اسلام کے نام پر ایک نلیحہ ملک بنا لیا۔ بات یہ ہے کہ اب بھارت نے بھی ٹکڑے ہونا ہے۔ اکنامکس کا مسئلہ پیدا ہو چکا ہے۔ یہ دین دھرم کا مسئلہ نہیں ہے۔ اکنامکس کا مسئلہ ہے جیسے پاکستان ٹوٹ گیا۔ دین تو ایک ہی تھا۔ بس اکنامکس کا مسئلہ پیدا ہوا تھا۔ اب انڈیا بھی ٹکڑے ہو جائے گا۔ تینتیس سال میں پانچ ٹکڑے۔

● — فرمایا: پاکستان کا حال میں سنتارہا ہوں، اور پاکستان کے بڑے لوگوں سے بھی میرا سامنا ہوا ہے۔ مجھے پاکستان اچھا دکھائی دیتا ہے اور خوشی ہوتی ہے۔ پاکستان ویسے بھی ولیوں کی سرزمین ہے اور انڈیا کے ہر علاقے میں اولیائے کرام پاکستان کی سرزمین سے آئے ہیں۔ یہ ولیوں کی سرزمین ہے اس لئے اس کا نام بھی پاکستان اور کام بھی

۱۔ حضرت عبدالحمید صاحب (مدینہ منورہ): باباجی غلام رسول۔ ص ۱۰۸-۱۰۹

پاکستان ہے۔ میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں پاکستان کیلئے اور تم دیکھنا کہ آنے والے وقت میں پاکستان اس علاقے کا سردار ہوگا۔

● — بابا صاحب نے فرمایا: موجودہ حکومت آئی (یعنی سعودی حکومت) تو انہوں نے قصیدہ بردہ شریف کو مٹانے کا پروگرام بنایا۔ ایک گنبد کے اندر قصیدہ بردہ شریف کے اشعار پر رنگ پھیر دیا۔ لیکن اس واقعے کی اطلاع سارے عالم اسلام میں پھیلی اور مسلمان حیران رہ گئے کہ قبائلی مخالفت اور حکمرانی کی ہوس نے ان قابضین کو اس درجہ سیاسی پس ماندگی میں گرا دیا ہے کہ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی عظمت و اہمیت کو بھی کم کرنے کے مشن کو اپنا عقیدہ بنا لیا ہے۔ اپنی حکومت قائم رکھنے کیلئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں اور مقبولیت کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔

بابا صاحب نے فرمایا:

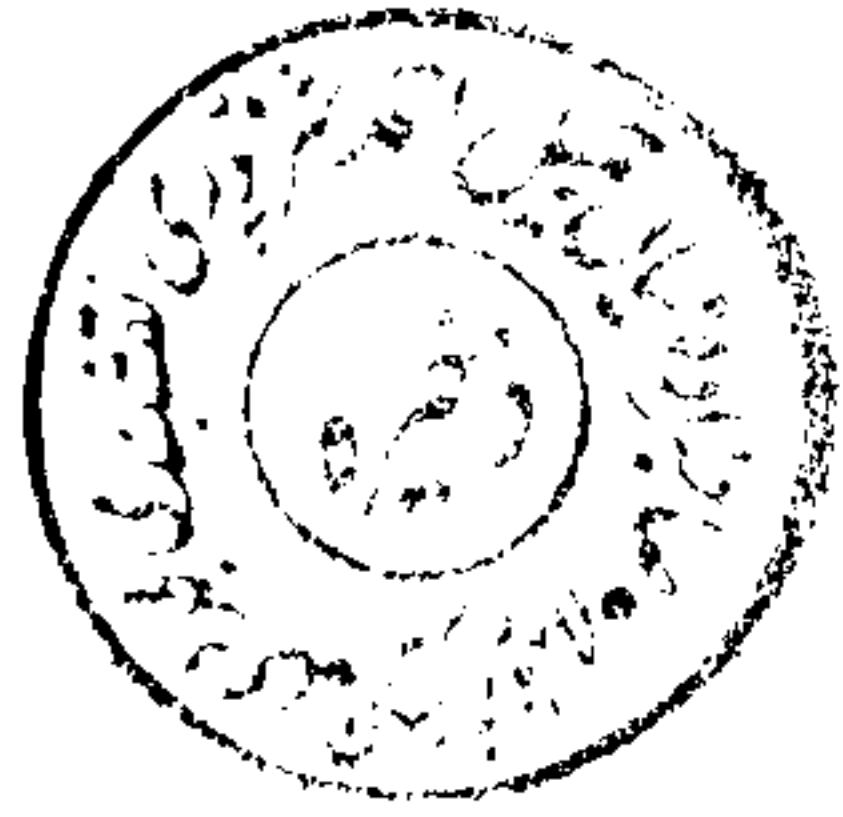
”کہ جب اس گنبد کے اندر اشعار پر حکمرانوں نے رنگ پھیرا تو اس زمانے کے متحدہ ہندوستان میں امیر ملت سید جماعت علی شاہ محدث علی پوری اور مولانا عبدالباری فرنگی مٹھی والوں نے پر زور احتجاج کیا اس زمانے میں برصغیر میں انگریزوں کی حکومت تھی۔ انگریز بھی گھبرا گئے، اور مسلمانوں کے دینی جذبے کے پیش نظر انگریزی حکومت نے سعودی حکمرانوں سے کہا کہ ایسا نہ کیا جائے۔ بڑھتے ہوئے احتجاج کو دیکھتے ہوئے سعودی حکمران اپنے ارادے سے باز آ گئے، چنانچہ اس منصوبے پر عملدرآمد روک دیا گیا۔ باقی گنبدوں سے اشعار نہ مٹائے گئے اور وہ اب تک موجود ہیں۔ اپنی حکومت قائم رکھنے کیلئے وہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں اور مقبولیت کو ختم کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ ناصر البانی کے احادیث پر چلتے ہیں جو کہتا ہے روضۂ رسول کو مسجد نبوی سے خارج کر دینا چاہیے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) وہ قبر مبارک کو اور سبز گنبد شریف کو بدعت قرار دیتا ہے اور روضۂ پاک کا احترام کرنے

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۶

۱۔ ایضاً: ص ۱۵۹

والوں کو قبور میں کہتا ہے۔

● — ایک صاحب نے بتایا کہ بابا صاحب، کہ حکومت نے جب بھی کسی اہل بیت یا صحابی کا مزار اکھاڑا تو اندر سے جسد مبارک بالکل صحیح سلامت نکلتا اور حکومت کے کارندے رات کے اندھیرے میں ان اجساد مبارک کو کسی ایسی جگہ دفن کر دیتے تھے جس کا نام لوگوں کو علم نہ ہو سکے۔ حکمرانوں نے اپنی سیاسی پریشانی کے خوف کو عقیدہ بنا لیا۔



۱۔ محمد موسیٰ امرتسری، حکیم (لاہور): بابا جی غلام رسول۔ ص ۱۸۲-۱۸۵

۱۔ ایضاً: ص ۱۸۶

باب نمبر ۶

پہنچی وہیں پہ خاک

جنت البقیع میں تدفین کی آرزو

● — باباجی کو جنت البقیع میں دفن ہونے کی آرزو تھی۔ اس لئے وہ مدینہ منورہ سے باہر نہیں جاتے تھے۔ ایک دفعہ سید الشہداء، سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زیارت کو چلے تو راستے میں ٹرانک جام ہو گیا۔ باباجی خوشگوار موڈ میں باتیں کرتے کرتے جھبھ گئے۔ بقول محمد طفیل بھٹی صاحب باباجی میرے ساتھ بڑے خوشگوار موڈ میں بیٹھے ہوئے تھے اچانک ایک دم متحیر گئے اور کانپنا شروع کر دیا۔ — کہنے لگے فوراً مجھے مدینے پاک لے چلو کیونکہ ہم اس وقت مدینہ منورہ کی حدود سے باہر ہیں اور میری اگر جان یہاں نکل گئی تو میری زندگی کا سرمایہ یہاں پر ہی ختم ہو جائے گا۔ لہذا بڑی مشکل سے دو غریبوں کو درخواست کر کے گاڑی کو بیگ کیا اور واپس مدینے پاک کی طرف چل پڑے۔ تھوڑا ہی چلے ہوں گے کہ خوشی کی لہر ان کے چہرے پر دوڑ گئی کہنے لگے ارموت اب آ بھی جائے تو میں خوش ہوں کوئی بات نہیں مدینہ منورہ کی محبت سے اتنے ہیریز تھے کہ چند منٹ کے فاصلے کی دوری بھی برداشت نہ کر سکتے تھے۔

وصال مبارک:

● — باباجی حضور سے سولہ سال تک بہت ساری ملاقاتیں ہوئیں جو لا تعداد ہیں۔ میں جب بھی ان کے پاس جاتا تو ان کا ماتھا چوما کرتا تھا اور آتے وقت بھی ہاتھ پومتا تھا تو اپنی زبان سے یہ کہا کرتا تھا کہ اس وقت باباجی آپ کو اللہ کے حوالے کرتا ہوں جب تک زندگی میں دوبارہ نہ دیکھ لوں۔ آخری مرتبہ عید الفطر ۱۹۸۶ء ان کی وفات سے تقریباً دس دن پہلے ان سے مل کر آ رہا تھا تو حسب عادت میں نے وہی کلمات کہنے چاہے تو انہوں نے میرے منہ پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا: بیٹا اب یہ بات نہ کہنا شاید بلا واقرب ہے۔ میں بڑا سخت پریشان ہوا۔ میں اجازت لے کر طائف واپس آ گیا۔ — وہی بات ہوئی۔ ۱۹۸۶ء بمطابق

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ) امیرے باباجی حضور۔ ص ۷۹۔ ۸۰

۱۹ شوال ۱۴۰۶ھ جمعرات کے دن تقریباً ایک بجے کے قریب اچانک نیلی فوان پر اطلاع ملی کہ صبح کے دس بجے باباجی اس دنیا فانی سے رخصت ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

● ہمارے ساتھ سترہ اٹھارہ سال کا لڑکا شفقت تھا جو پہلے بھی باباجی بہت

خدمت کرتا تھا اس نے ہم سے کہا کہ تم یہاں ہی ان کے پاس رہ جاؤ۔ وہ دوسرے دن بتاتا

ہے اس رات کا حال کہ ہمارے جانے کے بعد باباجی نے کہا: ”میں تمام دروازے کھڑکیاں

کھول دو، وہ! آ رہے ہیں۔“ ہر گھنٹے دو گھنٹے کے بعد یہی کہتے تھے۔ پھر فجر کے بعد کنبے کے

”حرم شریف کے رخ پر جو کھڑکی ہے اسے بھی کھول دو۔“ شفقت نے کہا: ”جب میں نے وہ

کھڑکی کھول دی تو باباجی نے فرمایا: ”میں آپ کی جناب میں حاضر ہو رہا ہوں“ یہ دونوں باتیں

ظہر کے پہلے تک کرتے رہے پھر تقریباً بارہ بجے مجھے گھر سے بینک میں نیلی فوان آیا کہ باباجی

کی حالت نازک ہے فوراً آجائیں۔ میں جب باباجی کے پاس پہنچا تو دس بارہ کا وقت تھا۔

باباجی تقریباً خاموش ہو چکے تھے۔ پی آئی اے کے تشکیل انصاری صاحب ان کے سر ہاتھ کی

طرف بیٹھے تھے۔ باباجی نے سب کو ایک نظر بھر کر دیکھا اور پھر کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے اگلی منزل

کی طرف روانہ ہو گئے۔ اسی رباط میں عصر کے بعد ہم چند لوگوں نے غسل دیا اور مغرب کے

بعد حرم نبوی شریف میں نماز جنازہ ہوئی اور آپ کو جنت البقیع میں دفن کر دیا گیا۔

اولاد:

● اسی زمانے میں باباجی نے بتایا کہ پہلے زیادہ ذمے داری تھی اور بچے

چھوٹے تھے جو کماتا تھا اس میں سے تھوڑا رکھ کر باقی ان کو بھیج دیتا تھا اب تو بچے سیٹ ہو گئے

ہیں پاکستان میں جا کر۔ سرور بیالیس پینتالیس سال کا ہو چکا۔ بیٹی حمیدہ اس سے کوئی

چار سال بڑی ہے اور بڑا بیٹا حمید اب اڑتالیس پچاس سال کا ہو گا۔ اپنا اپنا کما کما کھاتے اور

زندگی گزارتے ہیں۔

۱۔ محمد طفیل مدنی (مدینہ منورہ): میرے باباجی حضور۔ ص ۸۰

۲۔ اعجاز خورشید احمد (مدینہ منورہ): رسول پاک کے پیارے۔ ص ۹۶-۹۷

۳۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۷

بَابِ تَمْبِيرِ

حاصل زندگی

- اشارات
- اقوال
- ملفوظات
- پند و نصائح
- کرامات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُهُ وَنُصَلِّیْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط

حاصل زندگی:

● — ان کے جملے کبھی بھی کوئی نہیں بھول سکتا تھا بلکہ کہاوتوں کی طرح، محاوروں کی طرح ان کو یاد رکھا جاسکتا ہے۔ باباجی کا ایک خاص انداز تھا۔ بالکل سیدھا سادا اور دل پر اثر کرنے والا۔۔۔ وہ ہر موضوع پر بات کر سکتے تھے۔۔۔ اور وہ کسی ناگواری کے بغیر بڑی بڑی باتیں کرتے چلے جاتے تھے۔

● — ایمان افروز اور اخلاق آمیز باتیں بتایا کرتے تھے اور جس روز موڈ اچھا ہوتا تو ایسی ایسی باتیں نکل آتیں جن پر دانشوروں اور علماء نے موٹی موٹی کتابیں تحریر کی ہیں۔ لیکن باباجی اپنے مخصوص لہجے میں چھوٹے چھوٹے جملوں میں وہ گتھیاں سلجھتے چلے جاتے۔

● — جب لوگوں سے باتیں کر رہے ہوتے تو ان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ہوتی اور جب کسی بیٹھک میں حاضرین کے علمی، دینی اور روحانی سوالوں کے جواب دے رہے ہوتے تو باباجی کچھ اور ہی ہوتے۔

● — زندگی کا کونسا شعبہ تھا جس کے بارے میں باباجی کی باتیں قابل ذکر اہمیت نہیں رکھتیں۔ باباجی کو لوگ کسی نہ کسی طرح بولنے پر مجبور کر دیتے اور جب باباجی بولنے لگتے تو موتی رولتے تھے۔ ہر موضوع پر بولتے چلے جاتے۔۔۔ جیسے ان کے اندر ایک سمندر ہو علم کا، معلومات کا، اخلاق کا، انسانیت کا، ہدایت کا، انسانی ہمدردی کا اور بے شمار لوگوں کے

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۲

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۳۶

۳۔ ایضاً: ص ۲۲۲

مسائل کے حل کا۔

● — اُن کی شخصیت کے دو امتیازی پہلو تھے۔ ایک تو ان کی کرامات، دوسری ان کی باتیں۔ جن لوگوں کو باباجی سرکار کی کرامات کا علم ہوا۔ وہ ان لوگوں تک محدود ہیں اور دوسرے لوگ ان کرامات سے نہ تو مستفید ہو سکتے ہیں اور نہ ہی سب کو ان کا تجربہ ہوا اور نہ ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن باباجی نے جو باتیں کی ہیں، وہ ان کی زندہ کرامات ہیں، ان باتوں سے فائدہ اور فیض حاصل کر کے ہم اپنی زندگیوں میں سدھار اور تعمیر کا عمل جاری کر سکتے ہیں۔

● — باباجی کی سادگی میں بھی وقار ہوتا تھا۔ بولتے تھے تو الفاظ ان کی شخصیت اور ان کے مزاج کی گواہی ہوتے۔ ان کے کمزور وجود میں بہت مضبوط عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا۔

۱۔ جاوید علی شاہ (ماتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۸

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعائی دعا تھے۔ ص ۳۰۴، ۳۰۵

۳۔ منیر الاسلام حسنی، سید (لاہور): باباجی سرکار علیہ رحمۃ اللہ علیہ۔ ص ۳۲۹

اشارات:

● — چوبیسواں سال مرد کا آغاز ہوتا ہے۔ چھتیسواں تشکیل ذات، بیالیسواں

انقلاب اور اکیاونواں فیصلہ کن، ساٹھواں تکمیل ذات اور پھر آگے ہی آگے۔

● — حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے زیادہ پیار کس کو کیا؟

— ”ع والوں کو“: عتیق (ابوبکر) عمر، عثمان، علی، عائشہ —

(رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) باباجی کے بے ساختہ جواب نے سب کو چونکا دیا۔

● — باباجی پھر یہ بھی فرمادیں کہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب سے

زیادہ پیار کس نے کیا؟ —

— ”ح والوں نے“: حلیمہ، حمزہ، حسن، حسین، (رضوان اللہ عنہم اجمعین)

باباجی کے اس بے ساختہ جواب نے بھی حیران کر کے رکھ دیا تھا۔

● — باباجی فرما رہے تھے: ”ع“ کی شکل کی طرح اور حمزہ کا شروع ”ح“ سے۔

بس یہی قصہ ہے — لیکن محور تو میرے آقا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذات ہے۔ اب

خود ہی دیکھو کہ عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کو میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ”خمیرا“ پکارتے

تھے — ٹھیک ہے؟ اور یہ بھی دیکھو کہ پہلے حمزہ اور پھر تین روز بعد عمر رضی اللہ عنہما اسلام

لائے تو اسلام چل پڑا — لیکن محور تو میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہے۔

● — ایک صاحب نے کہا کہ: ”سرکار باباجی میں نے ایک بندر پالا ہوا ہے۔

اس کا کھیل تماشا دکھا کر روزی کماتا ہوں۔ اس کے کھانے پینے اور آرام کا بالکل خیال رکھتا

ہوں۔ آپ ارشاد فرمائیں کہ بندر پالنے میں کوئی نقصان تو نہیں ہے؟ —

فرمایا: پہلے یہ طے کرو کہ تو بندر کو پالتا ہے یا بندر تم کو پالتا ہے — پھر آگے سوچنا۔

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۲۵

۲۔ ایضاً: ص ۱۳۵

۳۔ ایضاً: ص ۱۵۵

● — برجگہ کا کچھ مزاج اور مقام ہوتا ہے۔ زمین کے ایک ایک انچ کی شخصیت اور مزاج ہے اور ویسا ہی اس کا اثر ہے۔ جیسی جگہ ویسا اثر — اور برجگہ کا اپنا مقام ہوتا ہے۔ خانہ کعبہ زمین پر جس جگہ ہے اس کا مقام اور مرتبہ کیا ہے؟ بیت المعمور کا! آسمان پر بیت المعمور کے مرد ہر وقت فرشتے طوف کرتے رہتے ہیں — حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کرنے سے ہزاروں سال پہلے خانہ کعبہ کا نشان لگایا گیا اور فرشتے بیت المعمور کی طرح اس کا طواف کرنے لگے۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو دنیا میں بھیجا گیا تو ان کو بھی حکم ملا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرو فرشتوں کی طرح — خانہ کعبہ زمین پر بیت المعمور کا مقام ہے اور میرے سرکار حضور پر نور شافع یوم النشور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا عالم یہ ہے کہ یہاں، اسی مسجد نبوی میں ”ریاض الجنۃ“ میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حجرے اور منبر کے درمیان ایسی جگہ ہے جو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچے کا نام ہے۔

● — طواف اصل چیز ہے جو شروع سے ہو رہا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے بھی پہلے سے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو بھی یہی حکم ملا کہ اس نشانی کے گرد طواف کرو۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام نے خانہ کعبہ بنانا شروع کیا۔ بعد میں ان کے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام نے اس کو مکمل کیا — طوفان نوح علیہ السلام کے بعد حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو پھر سے بنایا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام (فرشتہ) بتاتے جاتے اور باپ بیٹے بناتے جاتے۔ انہوں نے رکن اسود اور رکن یمانی والے گوشے بنائے اور چہار دیواری اٹھائی — پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حجر اسود (پتھر) لا کر دیا کہ جناب! اللہ تعالیٰ نے طوفان میں یہ جنتی پتھر محفوظ کر لیا تھا اور اب عطا فرمایا ہے کہ اس کو پھر سے اس پاک گھر میں لگا دو۔

۱۔ جاوید علی شاہ (ماتان) فیض جاری ہے۔ ص ۲۲۵

۲۔ ایضاً ص ۲۲۶

● — اور یہ جو خانہ کعبہ ہے یہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر بار بار تعمیر ہوتا رہا ہے۔ اس میں بھی کوئی کوئی جگہیں ایسی ہیں جن کا مقام بہت بلند ہے۔ مقام ابراہیم والا پتھر اور اسود پتھر دونوں جنتی پتھر ہیں۔ زمین کے فرش پر دو آسمانی نشانیاں — مذاق نہیں ہے۔ خانہ کعبہ کے اندر جس جگہ یہ موجود ہیں اس جگہ کا مقام کون جان سکتا ہے؟ — اور کون جان سکتا ہے کہ خانہ کعبہ کے اندر نو جگہیں ایسی ہیں جو زمین کے فرش پر بہت بلند مقام رکھتی ہیں لیکن میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سب علم ہوتا ہے — اور میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان جگہوں پر نماز ادا فرمائی ہے۔

● — حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام نے رکن اسود اور رکن یمانی کے جو گوشے بنائے، خانہ کعبہ کے اندر تو ان کو علم تھا اور پرانی نشانی کا — کہ کدھر بنانا ہے اور اس نشانی میں کیا بات ہے — اور ہجرت سے پہلے میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو کہ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان نماز پڑھتے ہیں اور دونوں کا استلام کرتے ہیں۔ ہے ناں بات؟ — سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم میں میزابِ رحمت کے نیچے بھی نماز پڑھتے تھے، جہاں قریش نے آپ کو سخت تکلیف پہنچائی تھی۔ لیکن سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس جگہ کے مقام کا علم ہے اور بعد میں سرکار حضور نور مجسم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی حطیم میں نماز پڑھنے کا حکم دیا — اسی طرح سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقام ابراہیم کے پاس بھی نماز ادا فرمائی۔ باب کعبہ کے پاس حضرت جبرائیل (فرشتے) کی امامت میں دو بار نماز پڑھی۔ تو اس میں بھی کوئی بات تھی ناں — اب دیکھو فتح مکہ والے روز سرکار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں نماز ادا فرماتے ہیں؟ مقام ابراہیم اور کعبہ کے درمیان — اس جگہ کے بعد ایک اور جگہ بھی ہے، جہاں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا کر کے اس جگہ کی اہمیت ظاہر فرمائی یعنی رکن عربی

کے پاس۔ اس طرح کہ پشت باب عمرہ کی طرف ہو۔۔۔ سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رکن ثمانی میں بھی نماز پڑھی ہے۔ حجر اسود کے سامنے مطاف کے کنارے بھی ایک جگہ پر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ ہے ناں کوئی بات؟۔۔۔ سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں خانہ کعبہ کے اندر چھ ستون ہوتے تھے۔ میرے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خانہ کعبہ کے اندر ایک اور جگہ بھی نماز ادا فرمائی۔

●۔۔۔ جانور اور پودے بھی اسی زمین اور اسی ہوا پانی کے اندر رہنے والی مخلوق ہیں۔ انسانوں کی طرح۔۔۔ جو جانوروں اور پودوں کے ساتھ بدسلوکی کرتا ہے وہ اللہ کی نظر میں ویسا ہی بے رحم ہے جیسا کوئی اپنے جیسے انسانوں پر بے رحم ہوتا ہے۔

●۔۔۔ ان بزرگان کے درباروں میں جو وقت گزارا اور انبیائے کرام علیہم السلام کے درباروں میں جو وقت گزارا، اور وہاں جو رونقیں دیکھیں ان کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جو ان رونقوں کو جانتے ہیں وہ نصیبوں والے ہیں۔ نہروں نالوں کا پانی ندی میں اور ندی کا پانی مندر میں جا کر گرتا ہے۔ یہ جا کر گرنا کیا چیز ہے؟ ایک انتظار کرتا ہے اور دوسرا اس کی طرف آتا ہے۔۔۔ ایک پانی آ رہا ہوتا ہے اور ایک پانی اس کے آنے کا انتظار کر رہا ہوتا ہے۔ بس یہی ماحول ہوتا ہے ان درباروں میں۔

●۔۔۔ خوشبو۔۔۔ خوشبو سے آتی ہے۔ غلاموں کو غلاموں کی خوشبو آتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔ ولیوں کو ولیوں کی خوشبو آتی ہے اور۔۔۔ نبیوں کو نبیوں کی خوشبو آتی ہے۔ حضرت یعقوب کو حضرت یوسف کی خوشبو آئی تھی (علیہم السلام) دونوں نبی تھے اس لئے خوشبو آئی اور پہچان لیا۔۔۔ جب کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کا کوئی بھی بھائی نہ پہچان سکا کیونکہ ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کی خوشبو نہ آئی۔۔۔ کیوں نہ آئی؟

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۴۷

۲۔ ایضاً: ص ۲۵۹

۳۔ مقسود حسین (لاہور): بابا جی کی یادیں۔ ص ۲۶۸

اس لئے کہ بھائیوں میں کوئی نبی نہ تھا۔۔۔۔۔ نبی کی خوشبو نبی کو آتی۔ حضرت یعقوب و اسرت یوسف کی خوشبو آتی ہے اور باپ نے بیٹے کو پہچان لیا۔

● — چپ ہو جاؤ۔۔۔۔۔ جو دکھائی دیتا ہے وہی ہے، جو سمجھ میں آتا ہے وہی ہے، جو سوچ آتی ہے وہی ہے۔ کیونکہ بغیر آنکھ کے دکھتا نہیں، بغیر عقل کے سمجھ میں نہیں آتی، بغیر آرزو کے سوچ نہیں آتی۔

● — میں نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟ کس شہر کے رہنے والے ہو۔۔۔۔۔ اس نے آیت کریمہ پڑھی اور پانی میں کود گیا۔ میں چیخنے لگا کہ بچاؤ، بندہ سمندر میں کر گیا ہے لیکن نہ کسی کو میری آواز سنانی دے رہی تھی اور نہ ہی پانی میں گرنے والا بندہ کوئی واویلا کر رہا تھا اور نہ ہی میں بھاگ دوڑ کر رہا تھا بلکہ عرشے پہ وہیں کا وہیں کھڑا رہ گیا تھا اور ہوا تیز چل رہی تھی۔۔۔۔۔ بابا جی نے بتایا کہ یہی طاقتیں بعض اوقات پرانے زمانوں اور پرانے لوگوں سے طاقت بھی کرا دیتی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ وہ نوجوان کون تھا بابا جی؟۔۔۔۔۔ فرمایا کہ آیت کریمہ۔۔۔۔۔ حوالے سے کوئی ہستی تھی جس کا نام میں لینا نہیں چاہتا۔

● — اللہ بہتر جانتا ہے۔ بس یہ جانو کہ اللہ تعالیٰ کا نظام اس دھرتی پر مسلسل جاری ہے اور ابھی کوئی زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ ڈیڑھ دو ہزار سال پرانی عمارتوں اور ان کا دریافت کیا ہوا سامان بھی زیادہ پرانا نہیں ہوتا۔ ہمارے ہی زمانے جیسا ہوتا ہے۔ ان کا رہن سہن، لباس، خوراک، زبان سب ہمارے زمانے سے قریب ہوتا ہے اور اس زمانے کے لوگ بھی۔۔۔۔۔ مگر اللہ کی مرضی کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ دربارِ مدینہ میں عصر سے مغرب تک جو عالم ہوتا ہے، اسے وہی لوگ دیکھ سکتے ہیں جنہیں دیکھنے والی آنکھ غطا کی گئی ہے۔

۱۔ اظہر قریشی (لاہور)۔ بابا جی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص۔ ص ۲۸

۲۔ عبد اشکور، الحاج (لاہور)۔ کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۸

۳۔ عبد اشکور، الحاج (لاہور)۔ کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۸

۴۔ ایضاً: ص ۳۱۸-۳۱۹

● — بھولے بادشاہ! ہم تو اس دنیا کے بھی سکے نہیں جہاں پیدا کئے گئے اور ساری حیات گزار دی۔ ادھر سے بھی آگے جانا ہے تو پھر ہندوستانی پاکستانی ہونے کا کیا سوچیں؟ سوچنا یہ چاہیے کہ اللہ کے کتنے بندوں کی خدمت کر سکے اور کتنوں سے دعائیں لیں!

اقوال:

● — ”دُعا انسان کے پاس واحد نوری عمل ہے۔ دعا کے سوا انسان کے پاس ایسی کوئی اور چیز نہیں ہے جو اسکی تقدیر کو بدل سکے۔ دعا کا مطلب ہے دعا کرنا، دعا لینا۔

● — ظلم کرنے والے کو ادھر سے ادھر۔ اس کو جرمانہ اپنے بدن، اپنی اولاد، اپنے رزق اور اپنی عزت میں سے ادا کرنا ہوگا۔ اور مظلوم کبھی مایوس نہ ہو کیونکہ اللہ دیکھ رہا ہے۔ وہ اللہ کو سب کچھ بتائے وہی اسی کی مدد فرمائے گا۔ ۲

● — اللہ اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا بندے کے دل میں اللہ کے لئے خیال ہوتا ہے۔ اس کو اپرواہ سمجھو گے تو تمہارے لئے وہ ویسا ہی ہو جائے گا۔ اس کو کریم جانو گے تو کریم گا۔ اس کو رحیم قرار دو گے تو وہ رحم کرے گا۔ اس کو رب مانو گے تو وہ پالنے والا ثابت ہوگا۔ بندہ اپنے رب کو جتنا راضی رکھتا ہے اس کا رب اتنا ہی راضی ہوتا ہے۔ جو اللہ کو بھول جاتا ہے اللہ بھی اس کو بھول جاتا ہے اور وہ دنیا میں رگڑے کھاربا ہوتا ہے۔ ۳

● — وہ بڑا سخی ہے جس نے علم سیکھا اور پھیلا یا۔ علم اور سمجھ میں فرق ہوتا ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سمجھ داری عطا کرتا ہے۔ علم معمولی چیز نہیں ہے بابا۔ علم بھی مدد کرنے کا ایک وسیلہ ہے۔ علم ایسا فیض ہے جو تم حاصل کر بھی سکتے ہو اور جاری بھی کر سکتے ہو۔

● — غیر مسلم بھی تو انسان ہیں جی۔ ان کے ساتھ انسانی حقوق کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔ بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا، قیدی کو رہائی دلانا، بیمار کی عیادت کرنا۔ یہ سب انسانی اخلاق ہیں۔ انسانی اخلاق کو قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے

۱۔ اظہار الحق، کراچی: پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۵۲ ۳۔ ایضاً: ص ۱۵۸

۳۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۲

کیونکہ وہ رب العالمین ہے اور رسول پاک رحمۃ اللعالمین ہیں۔ غیر مسلم پڑوسی کو پڑوس کے پورے حقوق حاصل ہیں۔

● — جو اللہ کے نام پر خرچ کرتا ہے اور کسی کی مدد کرتا ہے وہ سچی ہے اور —
سچی تو اللہ کا دوست ہے۔ بزرگوں نے فرمایا کہ سخاوت تو اللہ کو قرض دینے کا نام ہے اور اللہ
تعالیٰ اسکو دوگنا کر کے لوٹا دیتا ہے۔ — اگر تم اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولو گے
تو اللہ تعالیٰ بھی تمہارا نام سن کر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولے گا۔ ۲

● — حسد کا مطلب ہے خود بھی جہنا اور دوسرے کو بھی جلانا۔ — اور اس کا
انجام ہے راکھ ہو جانا، برباد ہو جانا۔ — حسد کرنے والے کو اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ بے طاقت
کرتا رہتا ہے۔ — حسد کرنے والا برباد ہو کر رہتا ہے۔ ۳

● — لا الہ الا اللہ ہر حال میں ہے چاہے، چاہے آگے صفی اللہ ہو، نجی اللہ ہو،
خلیل اللہ ہو، ذبیح اللہ ہو، کلیم اللہ ہو، روح اللہ ہو۔ — نبی ہونا اور بات ہے، رسول ہونا اور
بات — اور محمد رسول اللہ ہونا بالکل اور بات ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیونکہ یہ تو
حبیب اللہ والا ایس ہے یعنی دوستی محبت میں بدل گئی ہے۔ ۴

● — دوستی تو مان لینے کا نام ہے۔ دوستوں کے بیچ بحث کو کوئی موقع نہیں ہوتا۔
بحث شروع ہو جائے تو دوستی ختم ہونے لگتی ہے۔ بحث جیتنے والا دوست ہار جاتا ہے۔ ۵

● — دوستی کا جو آئینہ ہے۔ اس میں — ”میں“ باہر ہے، ”تو“ اندر ہے
لیکن بالکل برابر برابر، بالکل آمنے سامنے — دوستی میں دونوں برابر کب ہوتے ہیں؟
لیکن رکھتے ہیں ایک دو جے کو برابر برابر۔ ۶

۱۔ محمد نعیم (کراچی) : وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۵

۲۔ ایضاً ص ۲۲۵

۳۔ ایضاً ص ۲۲۶

۴۔ ایضاً ص ۲۲۶

۵۔ ایضاً ص ۲۲۶

۶۔ ایضاً ص ۲۲۶

● دوستی کا مطلب ہے انتظار — انتظار کا مطلب ہے دوستی سے توقع

اور امید۔ دوست ہمیشہ کچھ اچھا ہی دیتا ہے یعنی کوئی اچھی بات، اچھا سلوک، خوشی، مدد، سکون، عزت اور ذمہ — انتظار دوستی کی سچائی کا ثبوت ہے۔

● — ”پڑوسی کے حقوق اور اس کے ساتھ اچھے سلوک کا مرتبہ بہت بلند ہوتا ہے

، چاہے پڑوسی مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو — پڑوسی کا درجہ رشتے دار عزیز سے بھی زیادہ ہوتا ہے۔ اگر پڑوسی اچھا انسان ہو — جس کا دروازہ اور دیوار زیادہ قریب ہو، اس کا حق زیادہ ہے۔“

● — اللہ تعالیٰ اپنے ہر بندے پر نظر رکھتا ہے — کیونکہ ہر بندے کو دنیا بھر

کے ان تمام انسانوں، مخلوقات، علاقوں اور اشیاء کے ساتھ سلوک کی ذمہ داری دے کر بھیجا جاتا ہے، جو اس کی زندگی کے دوران اس سے رابطہ میں آئیں گے — اور مرنے کے بعد

جواب بھی اسی بات کا لیا جائے گا۔ کہ اس نے وہ ”سلوک“ والی ذمہ داری کس طرح پوری کی؟ یہی وہ ذمہ داری ہے جس کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنا خلیفہ اور اپنا نائب قرار دیا ہے۔

● — اللہ تعالیٰ اس سلوک اور ذمہ داری کو پورا کرنے میں انسان کی مدد بھی کرتا

ہے — اور مسلمان تو چاہے کوئی بھی ہو، آپس میں ایک جسم کی طرح ہیں — کسی

مسلمان کو کافر کہنے والا خود ایک درجے کا کافر اور دوسرے کو برا کہنے والا خود ایک درجے کا برا قرار دیا جاتا ہے۔

● — جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کرتا ہے، وہی اللہ تعالیٰ

سے محبت کر سکتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں سب کچھ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۷

۲۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۵۹

۳۔ ایضاً: ص ۲۵۹

۳۔ ایضاً: ص ۲۵۹

والہ وسلم نے بتایا۔

● — جس سے دل بندھ جائے اس کو پیر بنا لو چاہے کسی بھی سلسلے کا ہو، جو پتے پیر ہوں گے۔ پیر ان پیر یقیناً ان کے آگے آگے ہونگے۔ سارے سلسلے ایک ہیں۔ سب ایک ہی لڑی کے موتی ہیں اور موتی جتنے تھے ہوں گے اتنے اچھے ہوں گے ورنہ اللہ سب کا بھلا کرے۔

● — نیکی کے کام میں خرچ کرنے کا مطلب ہے اللہ تعالیٰ کو قرضہ دینا اور اللہ تعالیٰ اپنا قرضہ رقم ڈبل کر کے واپس کرتا ہے۔ اور جو اللہ کے نام میں کنجوسی کرتا ہے، اللہ اس کے مال میں سے رزق نکال لیتا ہے یعنی جس کا مال ہے اسی کے کام نہیں آتا۔ کنجوسی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔

● — اگر تم کسی کے دکھ، مجبوری، بیماری، پریشانی کو بلکا کر دو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تمہاری باری میں تمہارے ساتھ ایسا ہی کرے گا۔

● — تعریف انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔ بیماری سے بدن کو نقصان ہوتا ہے اور تعریف سے پوری شخصیت کو نقصان پہنچتا ہے۔ کسی کے اندر جو خوبی اور کمال ہوتا ہے — وہ اللہ کا فضل ہوتا ہے۔ اپنی تعریف سن کر غرور مت کرو بلکہ اللہ کا شکر ادا کرو، ورنہ تمہاری شخصیت ہلاک ہو جائے گی۔

● — کسی بے قصور بندے کو بدنام کرنے والا اور بہتان لگانے والا اتنا گمراہ جاتا ہے کہ اس کی شرعی گواہی کا حق بھی ختم ہو جاتا ہے۔ — بہتان لگانے والے کی اولاد میں مہیب پیدا ہو جاتا ہے۔

۱۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور) بابا جی عالیہ الرحمہ کی یادیں۔ ص ۲۷۳

۲۔ مقصود حسین، حاجی (لاہور) بابا جی عالیہ الرحمہ کی یادیں۔ ص ۲۷۴

۳۔ ایضاً: ص ۲۷۴

۵۔ ساجد علی (لاہور)۔ وہ تو دعا ہی دعا تھے، ص ۲۹۷

۶۔ ایضاً: ص ۲۹۷

● — بدزبانی کرنے والا بھی بد نصیب ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کو برا بھلا کہتا بڑا

گناہ ہے۔ — بدزبان آدمی کی پھٹکار اس کے والدین اور بہن بھائیوں پر پڑتی ہے اور بدزبان عورت کی پھٹکار اس کے شوہر اور اس کی اولاد پر پڑتی ہے۔ — برائی تھوڑی سی نقصان بہت بڑا ہے۔

● — ایک بندے کا جتنا حق ہے اس سے زیادہ کرنا بھی احسان ہے۔ — یعنی

حق نہ بھی ہو تو کسی کی پوری سچائی کے ساتھ مدد کرنے کا نام احسان ہے۔ — اور احسان والے سے زیادہ خیر ملتی ہے احسان کرنے والے کو۔ ۲

۱۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعائیہ دعا ہے۔ ص ۲۹۷

۲۔ ایضاً: ص ۲۹۸

اقوال

- ★ نعت سچے دل سے پڑھی جائے تو محبت ہے ورنہ شاعری۔
- ★ اپنی تعریف سن کر غرور مت کرو، ورنہ تمہاری شخصیت ہلاک ہو جائے گی۔
- ★ یہاں کی عیادت کرنا آسانی کا مہ ہے۔
- ★ ریاکاری میں شام ہونے والی نئی بے اجر ہو جاتی ہے۔
- ★ دنیا میں کوئی دھوا نہ ہو تو دنیا قبول ہو جاتی ہے۔
- ★ غصہ شیطان کا وار ہے۔
- ★ دنیاوی مال و دولت سے ہمارا تعلق وہی ہے جو قلی کا ہوتا ہے۔
- ★ ولی اور درویش کسی سے نفرت نہیں کرتے۔
- ★ ماں کی دنیا میں بہت طاقت ہوتی ہے۔
- ★ تعریف انسان کو گمراہ کر دیتی ہے۔
- ★ جانور اور پودے بھی اسی زمین، اور اسی ہوا پانی میں رہنے والی مخلوق ہیں انسانوں کی طرح۔
- ★ بحث جیتنے والا دوست ہار جاتا ہے۔
- ★ مسلمان دنیا میں ہر جگہ رہ سکتا ہے۔
- ★ ولی درویش کے اندر کوئی خاص بات ہوگی جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی لیکن تمہارا دل اس کی طرف کھینچے گا اور تم اس پر توجہ دینے پر مجبور ہو جاؤ گے۔
- ★ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے۔
- ★ وضو میں ہر کنارے کے اعضا کو دھویا جاتا ہے۔

۱۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۷

★ اگر تم میری کسی بات سے مضبوط ہوتے ہو تو اس کا مطلب ہے کہ تم زور بند نہیں بھی طاقت ہوتی ہے۔

★ بیوی کو چاہیے کہ وہ اپنے شوہر کے مزاج اور اس کے مقام کا خیال رکھے۔

★ اللہ کیسے جو کام کرنا ہے تو اس طرح کہ دوسرے آدمی کو یا دوسرے ہاتھ و جیب خیر نہ ہو۔

★ اگر اللہ کو راضی رکھنا ہے تو اچھے انسان کا دل مت دکھاؤ۔ بزرگوں کی بے ادبی مت کرو۔

★ زبان پر قابو رکھو یہی تمہارے دوست اور دشمن بناتی ہے۔

★ جھوٹ تمہاری طاقت کو کھاتا ہے اور اپنی طاقت پیدا کر لیتا ہے۔

★ جب تک ولی درویش نہ چاہیں کوئی ان کے قریب نہیں ہوسکتا۔

★ اگر سمجھدار ہو تو اپنی زبان سے ڈرو۔

★ اللہ کے کلام میں برکت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں رحمت ہے۔

★ ولی، درویش سے مل کر تمہیں سکون ملے گا، خوشی محسوس ہوگی۔

★ کسی ولی، درویش سے فائدہ اٹھانے والا اگر اس کے ساتھ بڑبڑا کرے تو وہ تخت تباہی سے دوچار ہوتا ہے۔

★ دغا کرنے سے پہلے اپنے اعمال اور اپنی دغا کو پرکھ لیا کرو۔

★ جو لوگ اللہ کی عبادت بھی کرتے ہیں اور اللہ کے بندوں کیسے فرعون بھی بنے رہتے ہیں، ان کا کیا بنے گا؟

★ جھوٹ شیطانی سہارا ہے اور شیطان کی بندگی سب سے بڑا گناہ ہے۔

★ کسی نیک انسان کو بدنام کرنے والے کی دغا قبول نہیں ہوتی۔

★ طریقت کے سارے سلسلے ایک ہیں۔ سب ایک ہی لڑی کے موٹی ہیں، موٹی جتنے سچے ہوں گے اتنے ہی اچھے ہوں گے۔

- ★ اللہ تعالیٰ کنجوس کے مال و دولت میں سے روح نکال لیتا ہے۔
- ★ اللہ کے نیک بندے کے ساتھ بے ادبی، بے ایمانی اور زیادتی کرنے والے کی سخت پکڑ ہوتی ہے لیکن اس طرح کہ دنیا دکھتی ہے۔
- ★ عم ایسا فیض ہے جو تم حاصل بھی کر سکتے ہو اور جاری بھی کر سکتے ہو۔
- ★ کنجوسی کی سزا دنیا میں بھی ملتی ہے اور آخرت میں بھی۔
- ★ گھر میں اور تقریب میں جب ایک ہی وقت میں سب مل کر کھانا کھاتے ہیں تو کھانے میں برکت اور شفا پیدا ہوتی ہے۔
- ★ ولی درویشی اسی حالت میں ہوتے ہیں کہ عام لوگوں کے قریب روئیں اور عوام بے دستک ان کے پاس آسکیں۔
- ★ بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرو گے تو یہ جہاد سے بھی افضل ہے۔
- ★ بہو اگر بیٹا بن کر سوچے گی تو پھر خیر ہی خیر ہے۔
- ★ ولی، درویش، سب کے دوست، بالکل بے لوث، خود کو سب سے کمزور جاننے والے اور اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم اور رحمتوں کی گواہی دینے والے ہوتے ہیں۔
- ★ ولی و ولی کی خوشبو آتی ہے اور وہ ایک دوسرے کو پہچان لیتے ہیں۔
- ★ حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حقیقت میرے احوال ہیں۔
- ★ جرم کرنے والے اور ظلم کرنے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔
- ★ غیبت کرنے والے سے بدبو آنے لگتی ہے۔
- ★ ولی، درویش کی شان یہ ہے کہ وہ ہرگز ظاہر نہ کرے گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔
- ★ ولی، درویش دو طرح کی زندگی گزارتے ہیں ایک دنیاوی اور ایک روحانی۔
- ★ تم اللہ کے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولو گے تو اللہ بھی تمہارے نام پر اپنی تھیلی کا منہ نہیں کھولے گا۔

★ ولی، درویش کا کام انسانوں کی مدد کرنا ہوتا ہے۔ اور یہ اپنا وقت ضائع نہیں کرتا۔
 ★ ظلم کرنے والا اپنا جرمانہ — اپنے بدن، اپنی اولاد، اپنے رزق اور اپنی عزت میں سے ادا کرتا ہے۔

★ جس گھر میں یتیم کے ساتھ بھلائی ہوتی ہے وہاں رحمت ہوتی ہے۔

★ انبیاء کے ویسے سے دعا مانگنا مستحب ہے۔

★ کمزوری اور نادانی میں غلطی ہو جاتی ہے۔ معافی مانگ لوگے۔ تو یہ بروکے تو معافی ہو بھی سکتی ہے۔

★ کوشش کر کے کوئی ولی درویش نہیں بن سکتا کیونکہ یہ تو اللہ کی دین ہے جسے پاپے نواز دے۔

★ خاص لوگ عالم بالا کی دنیاؤں میں چل پھر سکتے ہیں پاپے وہ گزرے زمانے کی دنیا ہو۔ چاہے موجود روحی دنیا ہو یا مستقبل کی دنیا ہو۔

★ دعا کے سوا انسان کے پاس ایسی اور کوئی چیز نہیں ہے جو اسکی تقدیر کو بدل سکے۔

★ ادب کے بغیر عشق نہیں ہوتا اور عشق کے بغیر ادب نہیں ہوتا۔

★ اللہ اپنے بندے کے ساتھ ویسا ہی ہوتا ہے جیسا بندے کے دل میں اس کے لئے خیال ہوتا ہے۔

★ ولی، درویش کو تم سے کوئی لالچ، کوئی غرض نہیں ہوگی۔

★ خاص لوگ اپنے زمانے اور اپنی دنیا کے ساتھ ساتھ ہر زمانے اور ہر دنیا کے پاس ہوتے ہیں۔

★ ولی، درویش چاہے کیسا بھی لگے لیکن اس کے ذریعے اللہ کا کرم آپ کے واسطے فیض بن جائے گا، اگر آپ لینے والے بن سکے تو۔

★ ایمان ادب ہے، عشق ادب ہے اور دنیا داری بھی ادب ہے۔ ادب کے بنا سب گڑبڑ ہے۔

- ★ اللہ کو کریم جانو گے تو وہ کرم کرے گا، رحیم مانو گے تو وہ رحم کرے گا۔
- ★ اچھا کرتے رہو، چاہے تھوڑا ہی ہو۔
- ★ اللہ تعالیٰ کسی کے اچھے کاموں کو نہیں کرتا۔
- ★ خاساری کا مطلب ہے کہ حیثیت ہو پھر بھی عاجزی رکھے۔
- ★ اللہ کے نام پر خاساری کرنے والے کو بلندی عطا ہوتی ہے۔
- ★ حقیقت والوں کے سرے احوال اللہ کی طرف سے اور اللہ کیسے ہوتے ہیں۔
- ★ ولی، درویش کا دیکھنا، بنسنا، بولنا، سلوک، قربت، ذنا سب فیض ہے۔
- ★ اللہ نے سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جیسی نوازشات کیں ویسا کسی بھی زمانے میں، کسی انسان کو کیا؟ کسی نبی کو بھی نہیں نوازا گیا۔
- ★ روحانی لوگ اپنی غیب قوت کو اپنی ذات اور ذاتی مقاصد کیلئے استعمال نہیں کرتے۔
- ★ روحانی لوگوں کو دنیا کی قیمتی سے قیمتی چیز بھی نہیں لہنا سکھے گی۔
- ★ ولی اور درویش نہ کسی سے ناراض ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی کے لئے بددعا کرتے ہیں۔
- ★ خاص بندہ آپ کو اس طرح ملے گا جیسے آپ کو پہلے سے جانتا ہے۔
- ★ ولی، درویش کسی کو برا کہہ کر خود کو اچھا ثابت کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔
- ★ خاص لوگ ہر زمانے میں مخلوق خدا اور امت محمدی کی خدمت کیلئے موجود رہیں گے۔
- ★ علم والے کو تنی ہونا چاہیے تاکہ اپنا بھی بھلا کرے اور دوسروں کا بھی۔
- ★ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال ہیں۔
- ★ سزا قریب ہو جائے تو دل — دعا پر یقین نہیں کرتا۔
- ★ ولی، درویش آپ کے اوپر کوئی رعب نہیں ڈالے گا، آپ کو بالکل نہیں ڈرائے گا، کبھی بددعا نہیں دے گا۔

- ★ سب سے اچھا راستہ درمیانی (اعتدال) کا ہے۔
- ★ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سمجھ داری عطا کرتا ہے۔
- ★ جس سے دل بندھ جائے اس کو پیر (مرشد) بنا لو چاہے کسی جہمی سلسلے کا ہو۔
- ★ غیر مسلم کے ساتھ انسانی حقوق کا رشتہ نہیں توڑنا چاہیے۔
- ★ اولاد اپنے والدین کا ادب کرے اور خدمت کرے۔
- ★ غیر مسلم پڑوسی کو بھی پڑوس کے پورے حقوق حاصل ہیں۔
- ★ انسانی اخلاق کو قائم رکھنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتا ہے۔
- ★ اللہ تعالیٰ حسد کرنے والے کو بے طاقت کرتا رہتا ہے۔
- ★ دوست تمہارا آئینہ ہے اور تم دوست کا آئینہ۔
- ★ موافق روحمیں دوست بنتی ہیں۔
- ★ دوستی کے بیچ بحث کا کوئی موقع نہیں ہوتا۔
- ★ دوستی تو مان لینے کا نام ہے۔
- ★ نیکی کے کام میں خرچ کرنے کا مطلب ہے اللہ کو قرض دینا۔
- ★ ولی، درویش سے مل کر تم کو اللہ کی رحمتوں کا یقین آنے لگے گا اور مشکل آسان ہو جانے کی امید بندھ جائے گی۔
- ★ ولی، درویش خود کو کمزور اور کمتر کہے گا اور دوسروں کو اچھا کہے گا۔
- ★ زمین کے ایک ایک انچ کی شخصیت اور مزاج ہے اور ویسا ہی اس کا اثر ہے۔ جیسی جگہ ویسا اثر۔
- ★ جس پڑوسی کا دروازہ اور دیوار زیادہ قریب ہو اس کا حق زیادہ ہے۔
- ★ اولاد کو اپنی غربت اور انا کے واسطے قتل مت کرو۔
- ★ انتظار دوستی کی سچائی کا ثبوت ہے۔

★ جب شیطان بندے کے اندر داخل ہو جاتا ہے تو بندہ دوسروں کی ٹوہ میں لگ جاتا ہے۔

★ بحث شروع ہو جائے تو دوستی ختم ہونے لگتی ہے۔

★ وہ بڑا اٹن ہے جس نے عم سیکھا اور پھینا یا۔

★ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ طریقت میرے افعال میں ہے۔

ملفوظات

● — یہ جو مال دولت ہوتا ہے ناں، ہم اس کے مالک کبھی نہیں بن سکتے کیونکہ ہم اس کو اپنے ساتھ کہیں نہیں لے جاسکتے — ہم یہاں صرف قلی بن سکتے ہیں — قلی سمجھتے ہو ناں! قلی کیا کرتا ہے؟ ادھر کا سامان ادھر اور ادھر کا سامان ادھر رکھ دیتا ہے، بس — پھر چلا جاتا ہے — ہم بھی قلی کی طرح اپنا کامیاب ہوا، اپنا حاصل کیا، جو قبضہ کیا، وہ مال و دولت ادھر سے ادھر اٹھا کر رکھتے رہتے ہیں، پھر وہیں چھوڑ کر چلے جاتے ہیں — م جاتے ہیں۔

● — ابھی تک انسان پورا ٹھیک نہیں ہے۔ ابھی تو بہت صدیاں گزریں گی پھر با کر انسان انسان بنے گا — ابھی دنیا میں لاکھوں انسان جنگلی ہیں، جو جنگلوں میں رہتے ہیں اور ان سے بھی لاکھوں زیادہ ایسے جنگلی دنیا بھر کے شہروں میں موجود ہیں جو دوسروں کا احساس نہیں کرتے۔ بس اپنی بوس اور لالچ میں دوسروں پر جھپٹتے رہتے ہیں — لاکھوں انسان ابھی اندھے ہیں جن کی آنکھیں ابھی نہیں لیکن آنکھوں والے لاکھوں اندھے ایسے بھی ہیں جو اپنے عیب نہیں دیکھ سکتے۔ بس دوسروں میں ان کو عیب ہی عیب دکھائی دیتے ہیں — اور لاکھوں بہرے ہیں اس دنیا میں لیکن ان سے بھی لاکھوں زیادہ ایسے بہرے ہیں جو حق بات نہیں سن سکتے۔ بس اپنی تعریف اور خوشامد ان کو خوب سنائی دیتی ہے۔

● — اللہ کے کلام میں برکت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت میں رحمت ہے۔ حضرت کعب بن زہیر نے جب نعتیہ قصیدہ لکھا تو میرے سر کا رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کا عظیم تحفہ ان کو عطا فرمایا — بلکہ قصیدہ بردہ شریف والے محمد بن سعید بوسیری کو بھی خواب میں ویسی ہی چادر مبارک عطا فرمائی — بولو کہ اہمیت ہے؟ کم مقام ہے؟ رحمت ہی رحمت ہیں سرکار رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۲

۲۔ ایضاً: ص ۱۳۳

۳۔ ایضاً: ص ۱۳۳

● — کیونکہ جیسا زمانہ ہوتا ہے، درویشی اسی زمانے کے مطابق لباس، حلیہ، زبان کے ساتھ ملتا ہے، اور ایسی حالت میں ہوتا ہے کہ عام لوگوں کے قریب رہ سکتے اور عوام بے دھڑک اس کے پاس آسکیں — سب کا دوست، بالکل بے لوث، خود کو سب سے کمزور جاننے والا — اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرم کی رحمتوں کی گواہی دینے والا — کسی بھی حلیے میں، کسی بھی حیثیت میں ہو سکتا ہے، لیکن توجہ اوتھ جانے کی ضرورت اس کے اندر کی نہیں شخصیت چھپانے پر بھی اپنا اثر کرے گی اور وہ چاہے کیسا بھی لگے لیکن اس کے ذریعے اللہ کا کرم آپ کے واسطے فیض بن جائے گا۔ امر آپ لینے والے بن جاؤ تو — لیکن ظاہر نہ کرے گا کہ میں بھی کچھ ہوں۔

● — یہ ہستیاں اور یہ خاص لوگ جن حالات میں اور جن نظاروں میں زندگی گزارتے ہیں — عام لوگ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ عقل تو فیصل ہے کیونکہ عقل صرف اپنے زمانے کی دنیا کے معاملات کو سمجھ سکتی ہے اور اپنے پانچوں حواس کے ذریعے بس — لیکن یہ خاص لوگ اپنے زمانے یعنی اپنے حواس سے محسوس ہونے والی دنیا کے علاوہ ہر دنیا کے باقی ہوتے ہیں اور ہر زمانے میں جی رہے ہوتے ہیں۔

● — زمانے تین تو سب جانتے ہیں۔ عام آدمی موجودہ زمانے میں اپنی عقل کے ساتھ زندہ رہتا ہے اور اس کے پاس گزرے ہوئے زمانے کی کچھ نشانیاں ہوتی ہیں بس — اسی طرح دنیا میں دو طرح کی ہیں ایک جو یہ دنیا ہے عالم سفلی، جس میں عام اور خاص سب پیدا ہوتے ہیں اور چلتے پھرتے ہیں، زندگی گزارتے ہیں — لیکن ایک عالم بالا بھی ہے یعنی روحی دنیا۔ اس میں ہماری دنیا جیسی جیتی جاگتی بے شمار دنیاں ہیں لیکن صرف خاص لوگ ہی عالم بالا کی دنیاؤں میں چل پھر سکتے ہیں۔ چاہے وہ گزرے زمانے کی ہو، چاہے موجودہ روحی دنیا ہو یا مستقبل کی دنیا۔

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۵-۱۳۶

۲۔ ایضاً ص ۱۳۷

۳۔ ایضاً ص ۱۳۷

● — حواسِ خمسہ کے ذریعے عام انسان جس دنیا کا احساس اور تم رکھتا ہے وہ

عام سفلی ہے — اسکے علاوہ سب چھ عالم بالا ہے یعنی جو عام انسان سے حواس سے بالاتر ہے
میں ایک واقعہ بتاتا ہوں: میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بار دریا کے
اندراپنے ایک ہاتھ کی انگلی کو ڈبو دیا پھر باہر نکال کر فرمایا: کہ میری انگلی جو جتنا پانی لگا ہے جھوکا
یہ عالم سفلی ہے یعنی یہ دنیا — باقی سارا عالم بالا ہے جتنا کہ یہ دریا۔

● — بھائی صاحب! یہ نہیں روحانی معاملہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

غیب کا مالک تو اللہ ہے ناں! وہ جن لوگوں کو اس کام کے واسطے پسند کر لیتا ہے، اس کو ہی
نوازے جاتے ہیں — چاہے وہ کوئی بھولے، ان کی عمر، ان کی شکل، ان کی بونی، ان کا پیشہ،
ان کی برادری کوئی بھی ہو۔ وہ اس کے آرڈر کے اندر چلتے رہتے ہیں — دوسرے کی زندگی
گزارتے رہتے ہیں: ایک دنیاوی اور ایک روحانی۔ ایک رول عام آدمی کی طرح جس کا ان کو
بھی حساب دینا پڑے گا — اور دوسرے رول اللہ تعالیٰ کی مرضی کا جو نہیں نوازش ہوتی۔ اس
کی دیوٹی پوری کرنی ہوتی ہے — لیکن دونوں کا حساب سوت برابر رکھنا ہوتا ہے۔ اگر
دنیاوی توجہ زیادہ ہوئی تو غیبی صلاحیت چھن جائے گی اور روحانی کام میں زیادہ پڑا کیا تو دنیا
مجذوب کہے گی۔ دونوں کام برابر لے کے چلنا ہوتا ہے۔

● — ہاں! رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کے حالات اور چیزیں

— اور ان حالات میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن احوال سے گزرے وہ اور چیزیں
ہیں — سمجھتے ہو ناں! حالات میں اور احوال میں فرق ہوتا ہے — حالات واقعہ
ہوتے ہیں اور احوال کیفیت ہوتی ہے۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیاوی حالات میں
جن روحانی اور الہامی احوال سے گزرے، انہی احوال سے معرفت اور حقیقت والوں کو نوزرنا
ہوتا ہے — اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو کسی حال سے اللہ والے خاص لوگ نوزرنا ہیں

۱۔ اظہار الحق (کراچی): میں پھر ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۳۸

۲۔ ایضاً: ص ۱۴۰

ذرا سوچ کر دیکھو میرے آقا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن کن حالات میں کس کس حال سے گزرے ہوں گے۔ ان کے احوال کا اندازہ کرو۔

● جن لوگوں کو نبیؐ کی بیوی دی جاتی ہے پ ہے وہ وہ ہوں، قلندر ہوں، درویش فقیر ہوں۔ ان کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے گزرنا پڑتا ہے جیسے بیوی ہوتی ہے، ویسے ہی احوال سے گزرنا پڑتا ہے۔ جیسے بیوی ہوتی ہے، ویسے ہی احوال سے گزرا جاتا ہے۔ اور لوگ رحمۃ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال سے گزرتے ہیں، ان کی انسانی، روحانی اور نبی کثیتوں کا کیا عالم ہوتا ہوگا؟ سوچو۔ کیا ایسے لوگوں کو قیمتی سے قیمتی چیز بھی بھاسکتی ہے؟ ہرگز نہیں۔ وہ تو نبی طاقت کے ساتھ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ کی مخلوق کیسے اپنی خاص بیوی اور کرنے کی نمن میں رہتے ہیں۔ یاد رکھنا یہ لوگ اپنی نبی قوت کو اپنی ذات اور اپنے مقصد کے لیے استعمال نہیں کر سکتے، کیونکہ نبی قوت ان کی ذاتی کمائی نہیں ہے۔ انہوں نے کوشش کر کے حاصل نہیں کی بلکہ بیوی پوری کرنے کے لئے عطا کی جاتی ہے۔

● بتا چکا ہوں کہ شریعت علم ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شریعت میرے اقوال ہیں، یعنی قرآن اور حدیث۔ یہ علم عام لوگ کوشش کر کے حاصل کر سکتے ہیں اور بڑے علماء اور مولوی بن سکتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی یہ علم سکھا سکتے ہیں۔ طریقت کیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کہ طریقت میرے افعال ہیں۔ اسوۂ حسنہ اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تصوف والے اور پیران طریقت کوشش کر کے جو طریقے اپنا سکتے ہیں وہ دوسروں کو بھی سکھا سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت و معرفت کا معاملہ بالکل الگ ہے۔ یہ روحانی اور نبی معاملہ ہے جو کوشش کر کے حاصل نہیں کیا جاسکتا۔ یہ اللہ کی طرف سے عطا ہوتا ہے اور صرف نبیؐ کی بیوی پوری کرنے کیلئے عطا ہوتا ہے۔ عالم کا معاملہ صرف ان

۱۔ اظہار الحق (کراچی) میں پھر ویوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۴۱

لوگوں سے ہوتا ہے جو اس کی بات کو سمجھتے ہیں۔ مولوی کا تعلق صرف ان لوگوں سے ہوتا ہے جو اس کی مسجد میں آتے ہیں۔ پیر صاحب کا حلقہ اتنا ہی ہوتا ہے، جتنے ان کے مرید ہوتے ہیں۔ لیکن ان بھی لوگوں کے تعلق اللہ کی تمام مخلوق، تمام بندوں سے ہوتا ہے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے تو تعلق بہت زیادہ ہے۔

● خاص بندہ آپ کو اس طرح ملے گا جیسے آپ کو پہلے سے جانتا ہے۔

آپ سے اللہ کے نام پر ملے گا یعنی اس کے لئے کوئی تعارف، تعلق، رشتہ، برادری کا پتہ نہیں ہے۔ آپ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر ملے گا۔ بہت شفقت محبت اور دوستی کے ساتھ ملے گا۔ کسی قسم کا دعویٰ نہیں کرے گا بلکہ دعا کرے گا۔ کسی کو برا کہہ کر خود کو اچھا ثابت نہیں کرے گا، بلکہ خود کو کمزور اور کمتر کہے گا، دوسروں کو اچھا کہے گا۔ پریشانی کے وقت آپ کو زیادہ توجہ دے گا، مشکل آسان ہو جائے گی تو پتھر آپ کے اوپر کوئی رعب نہیں ڈالے گا۔ آپ کو بالکل نہیں ڈرانے گا۔ حتیٰ بد دعا نہیں دے گا۔ اور جو کچھ بھی تمہارے اوپر نرم ہو گا وہ کہے گا کہ سب کچھ اللہ نے کیا۔ یہ نہیں کہے گا کہ میں نے کیا وہ کیا۔ اس کے اندر کوئی خاص بات ہوگی جو تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا لیکن تمہارا دل اس کی طرف کھنچے گا اور تم اس پر توجہ دینے پر مجبور ہو جاؤ گے۔ اس کے ہر انداز میں بھی تاثیر ہوتی ہے۔ اس سے مل کر تمہیں سکون ملے گا، خوشی محسوس ہوگی۔ اللہ کی رحمتوں کا یقین آنے لگے گا۔ مشکل آسان ہونے کی امید بندھ جائے گی۔ اگر آپ اس کو نہ بھی سمجھ پاؤ گے، اگر اس پر شک اور وسوسہ بھی کرو گے اور ان کے خلاف کسی کی باتوں میں بھی آ جاؤ گے۔ تو بھی تمہارے دل کے اندر ایک تاثیر تم کو اس کی طرف کھینچتی رہے گی اور دل کے اندر ایک آواز آتی رہے گی کہ اس کے پاس چلو اس سے اپنی غلط سوچ کی معافی مانگو اس سے فیض حاصل کرو۔ یہی تاثیر اصل بھی چیز ہے جو عام انسان کو عطا نہیں کی جاتی۔

۱۔ اظہار الحق، (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۴۴

۲۔ ایضاً ص ۱۳۵-۱۳۶

● — باقی باتیں تو سارے مسلمان جانتے ہیں کہ اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کن باتوں کو پسند کرتے ہیں اور کن باتوں سے ناراض ہو جاتے ہیں — لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بندے سے بالکل راضی نہیں ہوتے جو اللہ کے ساتھ شرک کرتا ہے — اور اس بندے سے بھی بالکل راضی نہیں ہوتے جو والدین کا نافرمان ہے سوائے اس بات کے کہ اس کے والدین اس کو کفر پر مجبور کریں۔ بوڑھے والدین کا خیال نہ رکھنے والی اولاد سے تو سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت ہیں ناراض ہوتے ہیں۔ دوسروں کی عزت کرنے والے اور تواضع کرنے والے میں خاکساری کی شان پیدا ہو جاتی ہے، اور اللہ کے نام پر خاکساری کرنے والے کو بلندی عطا ہو جاتی ہے — خاکساری کا مطلب ہے کہ حیثیت ہو پھر بھی عاجزی رکھے۔

● — نینس تو جاری ہے ہر وقت — اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے رات دن انسانوں کیلئے خیر اور نوازشات پوری کائنات میں جاری ہیں — بات یہ ہے کہ انسان لینے والا بنے — ہر چیز کے لینے کا اپنا طریقہ ہے۔ جس کو جتنے طریقے آتے ہیں، وہ اتنا زیادہ لے لیتا ہے۔

● — روشنی لینے کا طریقہ اور ہے، ہوا لینے کا طریقہ اور ہے — پانی لینے کا طریقہ اور ہے، خوراک لینے کا طریقہ اور ہے — حرارت لینے کا طریقہ اور ہے — آواز لینے کا طریقہ اور ہے — توجہ لینے کا طریقہ اور ہے — محبت لینے کا طریقہ اور ہے۔

● — اسماعیل نے اپنے والد ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ بنایا لیکن میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے بغیر خانہ کعبہ کو اللہ کے نام سے آباد کر دیا — اس زمین پر تین جگہیں نبیوں کی ہیں: خانہ کعبہ، روحا

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۴

۲۔ ایضاً ص ۱۵۴-۱۵۵

۳۔ ایضاً ص ۲۲۹

۳۔ محمد نعیم (کراچی): وہ تو دعا والے تھے۔ ص ۲۲۹

اور بیت المقدس۔ اتنی بڑی زمین پر ٹوٹل بس یہ تین ٹکڑے۔ وہ (اللہ) ہی بہتر جانتا ہے کہ ان تینوں جگہوں کا مقام کیا ہے؟“ ۱

● — اچھا سلوک دو گے تو یہ ہی دونوں کے حق میں بہتر ہے کیونکہ دونوں ایک دوسرے کا لباس، ایک دوسرے کا پردہ اور ایک دوسرے کی تکمیل ہو — بیوی والا زمت ہے کہ شوہر کی فرمانبرداری کرے، اپنے بدن میں خیانت نہ کرے اور شوہر کی ہر چیز کی حفاظت کرے — بد زبان بیوی بد نصیب ہوتی ہے — رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جب صحابی نے عرض کیا کہ اس کی بیوی سخت بد زبان ہے اور وہ اس سے ٹمک آپکا ہے تو حضور اہرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: — ”طلاق دے دو۔“ اسی طرح اگر مردوں اہل پائے تو وہ نلیحدگی کا دعویٰ کر سکتی ہے۔ ۲

● — عورت کے بارے میں مرد کو اللہ سے ڈرنا چاہیے کیونکہ وہ اس کے بس میں دی گئی ہے اگر وہ اچھی بیوی ہے تو اس کھلانے، پہنانے اور خوش رکھنے کی نیتی کرو، کیونکہ بیوی کا حق شوہر پر ویسا ہی ہے۔ جیسا شوہر کا بیوی پر ہے — لیکن شوہر کو بیوی پر ایسا منہس بڑائی دی گئی ہے۔ کیونکہ وہ اس کا نگران، اس کا مالک ہے اور اس کو پالتا ہے۔ ۳

● — پتر جی! دعا سادگی سے ہونی چاہے اس کے لئے کوئی دعا نہ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ لمبا چوڑا رنگ برنگ خلیہ بنانے کی کیا ضرورت ہے۔ اپنی نمازوں کا زعب دکھانے، اپنی داڑھی کا شو کرنے اور الفاظ کا فیشن کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ دل کا حال تو اللہ تعالیٰ جانتا ہی ہے۔ عاجزی و سادگی سے کم الفاظ میں اپنی زبان سے بھی اس کی کبریائی کو تسلیم کرو اور اپنی زندگی کا واسطہ دے کر اس کا رحم و کرم طلب کرو۔ منزل آسان ہو جائے گی۔ ۴

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فینش جاری ہے۔ ص ۲۴۵

۲۔ ساجد علی (لاہور): وہ تو دعائی دعائے تھے۔ ص ۲۹۹

۳۔ ایضاً: ص ۲۹۹

۴۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ۔ ص ۳۱۶

پند و نصائح

● — ادب کیا کرو۔ ادب ایمان ہے، ادب عشق ہے، اور ادب ہی دنیا داری ہے۔ سمجھ گئے صاحب بنی؟ سمجھ نہ آیا ہو تو یوں سمجھو کہ ایمان ادب ہے۔ عشق ادب ہے، اور دنیا داری بھی ادب ہے۔ — ادب کے بنا کر بڑے ہے۔

● — میں تو ادب کی بات کرتا ہوں۔ ادب کرنا ضروری ہے۔ — عشق میں کیا جائز ہے؟ یہ تو عشق والا ہی جانتا ہے لیکن ادب کے بغیر عشق نہیں ہوتا۔ — اور عشق کے بغیر ادب نہیں ہوتا۔ — عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا (ام المومنین) کی میرے سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت اور ادب کی ایک بات سنو۔ — کہ سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مجالس کے بہت عرصہ بعد بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ حال تھا کہ — کوئی بندہ کسی بھی ضرورت کے تحت مسجد نبوی میں کیل ٹھونکنے پر بتا تو آپ منع فرمادیتی تھیں — کہ اس کی ٹھک ٹھک سے میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے۔

● — یتیموں کو باپ کی طرح شفقت دو۔ یتیم کے حق اور اس کے حال میں مڑبڑ کرنے والا اللہ تعالیٰ سے لڑائی کرنے والا ہوتا ہے۔ جس گھر میں یتیم کے ساتھ بھلائی ہوتی ہے وہاں رحمت ہے۔ اور جو یتیم کے ساتھ بد سلوکی کرے وہ لعنت پاتا ہے۔

● — کسی کی ایسی بات جس کا ذکر وہ خود پسند نہیں کرتا۔ — لیکن تم سب کو بتاتے پھرتے ہو۔ — مردہ انسان کی بوزندہ انسان میں آنے لگتی ہے، اور انجا مہ کیا؟ تا بنے کے ناخن ہوں گے اور وہ اپنا منہ اور سینہ کھرتی رہا ہوگا کہ بائے یہ میں نے کیا کیا تھا۔ — اور ساری خلقت دیکھ رہی ہوگی۔

۱۔ انکب رالحق (کراچی) پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۲

۲۔ ایضاً ص ۱۵۳

۳۔ ایضاً ص ۱۵۲

۴۔ ایضاً ص ۱۵۳

● — اللہ تعالیٰ کسی کے اچھے کام کو ضائع نہیں کرتا۔ اچھا کرتے رہو پابے
تھوڑا ہی کرو، لیکن کرتے رہو، جیسے میں ایک کمزور بندہ — لیکن باہیوں کی خدمت آخری
دم تک کرتا رہوں گا، انشاء اللہ۔

● — اولاد اپنے والدین کا ادب کرے، ان کی خدمت کرے۔ والدین اپنی
اولاد سے شفقت کریں — اولاد کو اپنی غربت اور انا کی وجہ سے قتل مت کرو۔ اپنی لڑکیوں
کی اچھی پرورش اور اچھی تربیت کرنے والے والدین سے میرے سرکار سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
بہت خوش ہوتے ہیں — ماں اپنے بچے کو کم سے کم ۳۰ ماہ اپنا دودھ پلانے تو اس میں بڑی
مصحت ہے۔ اور بولوں؟ اولاد کو اچھی تعظیم، اچھی تربیت دینا اور کارآمد انسان بنانا والدین پر
لازم ہے۔

● — حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سمجھو اور حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی پیروی کرو، لیکن خیال رہے کہ نقل کرنے اور پیروی کرنے میں فرق ہوتا ہے —
حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیرت تو قرآن پاک کا عملی نمونہ ہے — جتنا زیادہ سیکھو
گے، اتنے زیادہ شکر اور خوشی سے مالا مال ہو جاؤ گے۔

● — نماز پڑھو، عبادت کرو ثابت کرتو کہ وہ اللہ ہے اور تم اس کے بندے
لیکن جو لوگ عبادتیں بھی کرتے جاتے ہیں اور فرعون کی طرح دوسرے انسانوں پر جبر
ظلم، زیادتی اور ناانصافی بھی کرتے رہتے ہیں، ان کا کیا بنے گا؟

● — دعا ضرور کرو لیکن کرنے سے پہلے اپنے ائمان اور جو دعائیں سے ہو
اس کو پرکھ لو، اور سوچ لو، کیونکہ دعا کے عالم میں بندہ اپنے رب کے حضور پیش ہوتا ہے اور رب
اسے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

۱۔ اظہار الحق (کراچی): پھر میں ولیوں کو ماننے لگا۔ ص ۱۵۵

۲۔ ایضاً: ص ۲۲۵

۳۔ ایضاً: ص ۲۲۵

۴۔ جاوید علی شاہ (ملتان): فیض جاری ہے۔ ص ۲۷۳

۵۔ ایضاً: ص ۲۷۳

● — ماں اگر زندہ ہے تو اسکے ساتھ نیکی کرو۔ اللہ کی عبادت کے بعد ماں باپ کے ساتھ نیکی اور ان کا ادب کرنے والے کی خیر ہے۔ بڑھاپے میں والدین کی خدمت کرو گے تو یہ جہاد سے بھی افضل ہے۔ بہو اگر بیٹا بن کر سوچے گی تو پھر خیر ہی خیر ہے۔

● — بات کرنے سے پہلے سلام کرو۔ پھر محبت اور ادب سے بات کرو۔ سب خوشی ہو، پاپ ہے کچھ اور ہو۔ سامنے والے کا اصل نام لو یا اس کو اچھے لفظ سے پکارو۔ ایسا کرو گے تو رزق میں بھی برکت ہوگی اور عزت میں بھی اضافہ ہوگا۔

● — جس لڑکی میں عورت میں عنفت نہیں ہے۔ پاکدامنی نہیں ہے وہ خراب ہے۔ اپنے گھر کی لڑکیوں اور عورتوں کو روکو کہ بناؤ سنگھار کر کے وہ باہر نہ پھریں، ورنہ ان کی عنفت، پاکدامنی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔

● — لڑکوں مردوں کو بھی عورت کی عنفت کا خیال رکھنا چاہیے۔ کسی عورت پر اتنا قائل نظر پڑ جائے تو کتنا نہیں، لیکن دوسری نظر و الناکناہ ہے کیونکہ وہ شہوت کی خواہش سے لاپرواہ جاتی ہے، اور اس کا گناہ۔۔۔ زنا کے برابر ہوتا ہے۔ نکاح میں آجانے اور عورت دوسرے مردوں پر حرام ہوتی ہے۔

● — نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، نوافل، ذکر، وظیفے، چلے؟ — فرمایا کہ یہ سب تو عبادت کے طریقے ہیں اور عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے، کہ بندہ اپنے رب پر ایمان کا اظہار کرتا رہے۔ لیکن راضی کرنا اور راضی ہونا بالکل الگ معاملہ ہے۔۔۔ کروڑوں سال کی عبادت ایک ذرا سی ناراضگی پر ضائع کر دی گئی اور شیطان بنا دیا گیا۔ لیکن جس سے وہ راضی ہو جائے، اس کا کیا کہنا۔۔۔ کسی بھی حالت میں راضی کر لینا اصل کام ہے۔ بندے کا دل مت دھماؤ، بزرگوں کی بے ادبی مت کرو، محسنوں سے احسان فراموشی

۱۔ جاوید علی شاہ (ماتان) فینش جاری ہے۔ ص ۲۷۴

۲۔ ساجد علی (انور) وہ تو دعائی دعائے ص ۲۹۷

۳۔ ایضاً ص ۲۹۷-۲۹۸ ۴۔ ایضاً ص ۲۹۹

مت کرو، اپنی غرض کے واسطے کسی کو بدنام مت کرو، کسی کی بددعا مت لو، اللہ کے بندوں کو راضی رکھو، اللہ تم سے راضی ہو جائے گا۔

● دعا کرتے ہوئے خیال رکھو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عرض کر رہے ہو یا سامنے بیٹھے

ہوئے لوگوں کو؟ — اللہ تعالیٰ پر اپنے عاجزی ظاہر کرتے ہو یا قریب بیٹھے ہوئے لوگوں پر زُعب جمار ہے ہو۔

● اگر سمجھ دار ہو تو اپنی زبان سے ڈرو۔ یہی تم کو اچھا اور برا بناتی ہے —

کامیاب اور ناکام بناتی ہے — یہ تمہارے دوست اور دشمن بناتی ہے — اللہ تعالیٰ کے بعد اگر کسی سے ڈرنا ہے تو اپنی زبان سے ڈرو — اللہ پر زور نہیں لیکن زبان کو تم پر ہو تو قابو میں رکھ سکتے ہو۔

● دوسروں کو دکھا کر عبادت کرو گے اور صدقہ خیرات کرو گے تو پھر یہ ریا

کاری ہے۔ اللہ تعالیٰ کیلئے جو کام کرنا ہے تو چھپا کر کرنا ہوگا۔ کہ دوسرے آدمی کو کیا؟ — دوسرے باتھ کو بھی خبر نہ ہو — ریا کاری میں شائش ہونے والی نئی بے اجر ہوتی ہے۔

● جب شیطان بندے کے اندر داخل ہو جائے تو وہ دوسروں کی لوہ میں لگ

جاتا ہے۔ اس طرح بدگمانی پیدا ہوتی ہے، اور بدگمانی کرنے والا سب سے بڑا جھوٹا اور بہت بڑا گنہگار ہے جو دنیا میں بھی ذلیل ہوتا ہے اور دوزخ کی آگ اس کا انتظار کرنا شروع کر دیتی ہے۔

● کمزوروں اور چھوٹوں پر رحم نہ کرنے والے پر اللہ تعالیٰ بھی رحم نہیں کرتا۔

گھوڑا بھی اپنے بچے پر پاؤں نہیں رکھتا تو پھر — انسان اگر بے رحم ہے تو اس کو — سزا کیوں نہیں ملے گی۔

۱۔ عبد الشکور، الحاج (لاہور): کیسے کیسے لوگ؟ ص ۳۱۶

۲، ۳۔ ایضاً: ص ۳۲۱

۲۔ ایضاً: ص ۳۱۷

۶، ۵۔ ایضاً: ص ۳۲۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کرامات

● — راجیوگانندھی جب بھارت کا وزیر اعظم تھا تو اس نے راجستھان کے بارڈر پر بہت سی فوج جمع کر دی تھی اور یوں لگتا تھا کہ پاکستان پر حملہ ہونے والا ہے۔ ان دنوں باباجی نے صدر رضیاء الحق کو پیغام بھیجا کہ وہ خولجہ غریب نواز کی خدمت میں جائیں۔ صدر صاحب فوراً جے پور میں میچ کے بہانے پہنچے اور سلطان الہند کے دربار میں حاضری کے بعد جے پور میں راجیوگانندھی سے ملے اور انہیں اس طرح کا جملہ کہا:

”سنا ہے کہ آپ پاکستان آنے کا ارادہ کئے ہوئے ہیں، شوق سے آئیے ہم استقبال کیسے موجود ہوں گے۔“

اس کے چند دنوں بعد بھارتی فوجیں راجستھان کے بارڈر سے واپس چلی گئی تھیں۔

● — ایک مرتبہ جب ملک میں فتنہ قادیانیت فروغ پا رہا تھا۔ تو میں نے اپنے ایک دوست چودھری فتح محمد بٹالوی (انہوں نے ۶۰ حج کیے تھے) کے ذریعے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام چٹھی لکھی کہ:

”مشکلات ہیں، رکاوٹیں ہیں آپ توجہ فرمائیں تاکہ رکاوٹیں دور ہوں۔“

چودھری فتح محمد صاحب نے مدینے پاک میں مقیم بزرگ باباجی غلام رسول سے بات کی تو انہوں نے فرمایا:

”میں نیازی کو جانتا ہوں، وہ طرے والا نیازی، میں نے اسے پچھلے سال

دیکھا تھا۔ میں رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کروں گا، صبح پوچھ لینا۔“

اس پر چودھری صاحب نے دوسرے روز پوچھا تو انہوں نے فرمایا:

”اس کو لکھ دو کہ رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔ اللہ تمہاری مدد کرے گا۔“

اور واقعی اس کے بعد ہماری مشکلات دور ہو گئیں۔ ہمارے تین دوستوں نے عالمی دورے کا

بندوبست کیا، نوے ہزار روپے جمع ہو گئے۔ علامہ شاہ احمد نورانی صاحب، پروفیسر شاہ فرید الحق اور خاکسار (مولانا عبدالستار خاں نیازی) دورے پر گئے۔

● — میں ۱۹۷۶ء میں جب باباجی کے پاس مدینہ پاک گیا تو میں نے عرض کی کہ:

”میں اپنی بیوی کو ریاض بلانا چاہتا ہوں۔ آپ اجازت عنایت فرمائیں۔“

کہنے لگے ”طفیل میاں! کل بتاؤں گا۔“ پھر میں ان کے پاس دوبارہ گیا تو

کہنے لگے کہ:

”آپ اپنی بیوی کو اب بلا لو اور اللہ نے چاہا تو آتے ہی اللہ کوئی کھلونا بھی

عطا کر دے گا۔“

۱۹۷۶ء کے آخر میں میری بیوی ریاض پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے باباجی کی دعاؤں اور اپنے

حبیب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے مئی ۱۹۷۷ء میں گیارہ سال بعد بچی عطا

فرمائی، یہ میری بچی ریاض میں پیدا ہوئی۔ باباجی کے پاس مدینہ پاک گیا۔ نام رکھنے کی

درخواست کی انہوں نے بچی کا نام تجویز فرمایا۔ پھر ۱۹۷۸ء میں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا، پھر

۱۹۸۰ء میں خدانے بیٹی عطا فرمائی پھر آخر میں بیٹا۔ اس طرح پندرہ بیٹوں میں تھوڑا سا حبرا

گیا تو باباجی کے پاس گیا اور کہا کہ یہ تو کچھ زیادہ ہی کرم ہو گیا تو پھر فرمانے لگے کہ:

”جب سرکار نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی نظر کرم ہوتی ہے تو ایسے ہی ہوتی

ہے تم اتنی جلدی گھبرا گئے ہو۔“

میں نے کہا: ”اتنے ذرائع نہیں، تنخواہ تھوڑی ہے اور خرچ بہت زیادہ ہیں۔“

نگاہ کرم فرمائیں کہ اتنا ہی کافی ہے۔ اب میرے حصے کا کرم کسی اور پر فرمائیں۔“

اس طرح باباجی کی نگاہ رحمت سے میری تنخواہ بھی بڑھ گئی جو چار ہزار ریال تک پہنچ گئی۔

۱۔ عبدالستار خاں نیازی، مولانا، لاہور: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کا

آغاز (انٹرویو سے اقتباس) ص ۴۰-۴۱

۲۔ محمد طفیل مدنی (لاہور): میرے باباجی حضور۔ ص ۷۷

● — ۷۲۔ ۷۳ء میں باباجی کے بیٹے غلام سرور، ان کی زوجہ اور باباجی کی بیوی عمرے کے لئے آئے تو تقریباً دو ماہ تک مدینہ پاک رہے۔ ایک صاحب احمد بخش بھٹہ صاحب جو کہ باباجی کے چاہنے والوں میں سے تھے۔ باباجی ان کے گھر رہتے تھے۔ باباجی اکثر رات کو وہاں گھر میں چلے جاتے تھے۔ میں نے باباجی اور ان کے بیٹے سے عرض کیا کہ آپ اماں جی کو وہاں رکھ لیں۔ باباجی تو ۱۹۶۲ء میں سعودی Nationality میں چلی گئی تھی۔ ہم نے کہا کہ:

”آپ سعودی ہو چکے ہیں اماں جی کا اقامہ بنو لیں اور ان کو اپنے پاس رکھ لیں۔ آپ کا بیٹا اور بہو واپس چلے جائیں گے۔“

تو باباجی کہنے لگے کہ:

”مجھے کہاں مشقت میں ڈالتے ہو۔ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔“

میں تو عرض کر کے واپس ریاض آ گیا اور ان کا بیٹا اور بہو وہاں دو ماہ تک رہے۔ اس دوران اماں جی اور بہو وغیرہ کہتے رہے کہ ہمیں رکھ لیں آپ کی عمر کا تقاضا ہے کہ کوئی آپ کے ساتھ ہو، لیکن باباجی نے مانے۔ آخر جب وہ پاکستان واپس آ رہے تھے تو سلام الوداع کرنے کے لئے اندر گئے تو بیٹے نے رو کر التجائی:

”باباجی! اب آپ کے سامنے ہم تو جا رہے ہیں اگر آپ اماں جی کو رکھ لیتے تو آپ کا فائدہ تھا۔“

تو کہنے لگے کہ آپ اندر جاؤ میں ابھی بتاتا ہوں۔ جب وہ باہر آئے تو باباجی نے کہا کہ:

”سرور! مجھے سرکار (سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اجازت دے دی ہے اپنی ماں کو چھوڑ جاؤ۔“

یہ بات مجھے باباجی کے صاحبزادے سرور نے بتائی کہ باباجی نے اپنی بیگم کو وہاں پر رکھنے کے لیے سرکار (سلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت طلب فرمائی اور پھر اماں جی عین موقع پر رک گئیں اور بیٹا بہو واپس لاہور آ گئے۔

۱۔ محمد طفیل مدنی (لاہور)۔ میرے باباجی جنسور۔ ص ۷۵

● — بہت سارے لوگ یہ پیش کش کرتے کہ باباجی ہم آپ کو حج کے لئے مکہ مکرمہ لے چلتے ہیں تو فوراً جواب نہ دیتے بلکہ دوسرے دن یہ کہہ دیتے کہ:

”مجھے سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے اجازت نہیں ملی۔ لہذا میں حج کے

لئے نہیں جاسکتا۔ معافی چاہتا ہوں۔“

● — ہر شخص کی زبان پر بر ملا ہوتا تھا کہ صاحب زبان ہیں یعنی جو بات منہ سے نکال دیتے تھے یا دعا مردیتے تھے، ہو جاتی تھی — حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ۔ یاد آرہی ہے:

”کچھ لوگ تمہارے دروازے پر آئیں گے جن کے بال بکھرے ہوں گے،

لباس خستہ ہوں گے، حلّیے نہایت خراب ہوں گے تو تم انہیں اپنے دروازے

سے چلے جانے کو کہو گے مگر یہ لوگ جب اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر یا اللہ تعالیٰ کے

واسطے سے کوئی بات کہہ دیں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی بات رد نہیں کرے گا۔“

● — میری شادی کو عرصہ بارہ سال گزر گئے تھے — اولاد کی نعمت سے محروم تھے۔

جب بھی باباجی سے بات ہوتی تو فرماتے:

”ہوگی یا ملے گی — اس کی تفصیل نہ پوچھو — رونق تمہارے گھر میں

لگ جائے گی اور ایک نہیں دو، دو ہوں گے۔“

باباجی نے وصال کے ایک سال بعد شفقت نام کے لڑکے کو خواب میں گلاب کا

پھول پیش کیا اور کہا کہ ”میری بیٹی شاہین کو دے دینا“ — چند دن بعد ہی بیٹی بی بی جس کا نام

ہم نے ”حرا“ رکھا۔ جو اب ماشاء اللہ تیرہ سال کی ہے پھر بیٹی کی باری بھی ایسا ہی ہوا —

خواب میں فرمایا:

”بس اتنا ہے کہ نام حمزہ رکھنا۔“

۱۔ محمد طفیل مدنی (ابھور): میرے باباجی حضور۔ ص ۹۷

ہم نے نام محمد حمزہ رکھا جو ماشاء اللہ اب دس سال کا ہے۔“

● ————— مدینہ منورہ میں حاضری کے کچھ عرصے بعد میں نے اپنے بچوں کے لئے باباجی نام رسول سے عرض کی کہ:

”حضور کرم فرمائیں کہ میں اپنے بچوں کو مدینہ منورہ حاضری کے لئے بلاؤں۔“

تو باباجی نے فرمایا:

”بیٹا بلا لیں ————— سرکار (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کرم فرمائیں گے —

— ہم دعا کریں گے۔“

میں نے بچوں کا ویزہ حکومت سے طلب کیا ————— بچہ تعالیٰ مجھے ویزہ چند روز کے اندر میسر ہو گیا ————— ادھر میں نے اپنے بچوں کو ویزہ ارسال کر دیا اور ٹکٹ کے لئے رقم بھیج دی۔ بچوں نے ویزہ لگوا لیا اور سیدھے مدینہ منورہ بغیر اطلاع کے آ گئے۔ جس رات بچے وہاں پہنچے تو باباجی کے پاس میں رات کے وقت حاضر ہوا ————— تو آپ نے فرمایا: ”بیٹا! آپ کے بچے آ گئے ہیں؟“ ————— میں نے عرض کیا: ”حضور ابھی تک آئے نہیں ہیں“ — فرمانے لگے کہ:

”سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تہجد کی نماز کے بعد باب

السلام پر ملیں گے۔“

میں فجر کی نماز کے بعد باب السلام پر حاضر ہوا تو دیکھتا ہوں کہ میری گھر والی کے ساتھ دو آدمی آرہے ہیں۔ جب میں نے انہیں دیکھا تو پہچان لیا ————— سلام دعا کرنے کے بعد گھر لے گیا، وہ دونوں نوجوان پاکستان کے رہنے والے تھے ————— کھانا کھانے کے بعد وہ دونوں رخصت ہو گئے۔

● ————— وقت گزرتا رہا ————— اچانک داخلی اقامہ بننے کے دن قریب آ گئے ————— میرے بچے اکثر باباجی کے حضور کھیلتے رہتے تھے۔ ان دنوں حکومت کی طرف سے گرفت شروع ہو گئی۔

۱۔ اعجاز خورشید احمد، (مدینہ منورہ): رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے، ص ۱۰۱

۲۔ عبدالواحد، مولانا: ذاتی تجربہ، ص ۱۰۴

باباجی فرماتے کہ:

”بیٹا! بچوں کو نیچے نہ اترنے دیا کرو کیونکہ گرفت زیادہ ہے۔“

تین ماہ تک گرفت برابر ہر دروازے کو چیک کرتی تھی — میں اکثر و بیشتر باباجی کے حضور عرض کرتا کہ باباجی دعا فرمائیں کہ بچوں کا اقامہ بن جائے — ہر روز بلدیہ کے دفتر اور وزارت کے چکر لگاتا مگر کسی کا اقامہ ملنے کی امید ہی نہیں تھی — باباجی کے حضور میں نے بڑی عاجزی سے عرض کیا — تو آپ نے فرمایا کہ:

”میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کروں گا۔“

اگلی صبح ملاقات ہوئی تو فرمایا کہ:

”بیٹا! آپ نے بڑی کوشش کی مگر آپ کی کوشش ناکام رہی — آج ہم

نے عرض کیا ہے تو سرکار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہوا ہے کہ

اقامہ مل جائے گا۔“

میں سیدھا بلدیہ کے دفتر گیا۔ وہاں معلوم کیا تو ابکار محمد سلیمان سوڈانی کہنے لگا کہ ابھی تک کوئی اقامہ نہیں آیا — پھر نماز ظہر سے قبل دوبارہ معلوم کرنے گیا تو وہی ابکار کہنے لگا:

”آپ کے بچوں کا اقامہ تو صبح سے آیا ہوا ہے — مجھے معلوم نہیں کہ کون

لایا، کیسے آیا؟

پھر اس نے اقامہ مجھے دے دیا — میں فوراً باباجی کے پاس حاضر ہوا اور عرض کی

کہ ”حضور اقامہ مل گیا ہے۔“

● — ایک روز ارشاد فرمایا: ”پاکستان کا حال میں سنتا رہتا ہوں اور پاکستان کے بڑے

لوگوں سے بھی میرا سامنا ہوا ہے — مجھ کو پاکستان اچھا دکھائی دیتا ہے اور خوشی ہوتی ہے

— پاکستان ویسے بھی ولیوں کی سرزمین ہے اور انڈیا کے ہر علاقے میں اولیائے کرام پاکستان کی سرزمین سے آئے ہیں — یہ ولیوں کی سرزمین ہے اس لئے اس کا نام بھی پاکستان اور کام بھی پاکستان ہے — میں ہمیشہ دعا کرتا ہوں پاکستان کے لئے — اور تم دیکھنا کہ آنے والے وقت میں پاکستان اس علاقے کا سردار ہوگا۔

● — میں مبارکباد دیتا ہوں حاجی مشہور حسین صاحب کو جن کے یہاں پوتے کی پیدائش کی صورت میں باباجی کی دعا کی مقبولیت ثابت ہوئی ہے — یہ باباجی کی دعاؤں والا بچہ ہے — اللہ تعالیٰ اس کو سلامتی عطا فرمائے اور اس کے نصیب اچھے ہوں۔

● — جب بھی باباجی سے کوئی بندہ اپنا مسئلہ بیان کرتا تو باباجی فرماتے:

● — کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھ کر بتاؤں گا

● — کبھی فرماتے: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ مسئلہ پیش کر دوں گا

● — کبھی فرماتے کہ ”جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے کل آپ

کو بتا دوں گا۔“

● — محمد حسین نے بتایا — یہ گیارہ سال پرانی بات ہے — میری بیوی کے بچنے کا

کوئی چانس نہ تھا — باباجی کے دیئے ہوئے پانی کی تاثیر سے اگلے ہی روز بچی کی پیدائش

ہوئی تھی اور دونوں ماں بٹی بچ گئے — بعد میں ڈاکٹروں نے جب کیس چیک کیا تو حیران

رہ گئے کہ بچہ زندہ کیسے بچے؟ — اتنا سیریس کیس تھا کہ بعد میں دوڑھائی ماہ بعد علاج

کے بعد ڈاکٹروں نے مجبوراً میری بیوی کا آپریشن کر دیا تھا اور پھر وہ اولاد پیدا کرنے کے قابل

نہ رہی۔

۱۔ اظہار الحق، کراچی، پھر میں ولیوں کو ماننے لگا، ص ۱۵۹

۲۔ ایضاً، ص ۱۶۰

۳۔ سیم مغل (رحیم یار خاں) میں نے زندہ ولی دیکھا، ص ۱۷۲

۴۔ ایضاً، ص ۱۷۳

● — میرا پڑوسی چند ماہ پہلے عمرے کے لئے آیا ہوا تھا تو باباجی وہ آپ سے دعا فرما کر آیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ بیٹے کی طرف سے پریشان نہ ہو — وہ ٹھیک ہو جائے گا اور اپنی حرکتوں سے باز آجائے گا اور شادی کے لئے راضی ہو جائے گا — الحمد للہ! مہینہ ڈیڑھ میں اس میں کافی تبدیلی آئی ہے اور اب تین ہفتے بعد اس لڑکے کی شادی ہے۔ میرے پڑوسی نے شکرانے کا کہلوایا ہے اور آپ سے دعا کے لئے گزارش کی ہے۔

● — انڈیا کے ایک صاحب نے باباجی کو خوشبو اور ایک کبیل پیش کیا — بہت خوش تھے — اللہ تعالیٰ نے ان کی مراد پوری کی تھی اور ان کی اکھوتی بیٹی کے گھر شادی کے نو ماہ بعد جڑواں بیٹے پیدا ہوئے تھے — وہ صاحب پچھلے سال با باقی سے اس بارے میں دعا کرا کے گئے تھے — مانا بننے کی خوشی میں سہارنپور کے یہ صاحب بہت خوش تھے — باباجی بھی بہت مسرور تھے فرمانے لگے کہ:

”یہ سب میرے سرکار کا کرم ہے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہی کے کرم سے

تو تم نوازے گئے ہو۔“ ۲

● — میں نے ان کے پاس کئی کرامات دیکھیں — وہ لوگ جو دوسرے ملکوں اور دوسرے شہروں سے آکر بتایا کرتے تھے بلکہ وہ لوگ بھی جو میرے قیام کے دوران مسئلے مسائل لے کر حاضر ہوئے اور میرے ہوتے ہوئے اپنے کام ہو جانے کی خوشخبری بھی دی — کسی کا کچھ کھوجاتا تو باباجی کے پاس چلا جاتا اور بیان کرتا — باباجی اس کو دیکھتے ہوئے کچھ سوچنے لگتے پھر فرماتے کہ:

”میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت سے سب جانی ہے تیری شے۔“

اور پھر کسی وقت یا کسی روز وہ بندہ آکر بتا جاتا کہ گمشدہ شے واقعی اسے مل گئی ہے۔“ ۳

۱۔ جاوید علی شاہ (ملتان) فینش جاری ہے، ص ۲۵۱

۲۔ اظہر قریشی (لاہور) باباجی رحمۃ اللہ علیہ پر عنایت خاص، ص ۲۸۰

۳۔ عبدالشکور، الحاج (لاہور) کیسے کیسے لوگ، ص ۳۱۳

● — خود میرے ساتھ دو ایسے واقعات ہوئے ہیں — بہت سال پرانی ایک پریشانی تھی — بابا جی سے عرض کی تو فرمایا کہ:

”رات کو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کروں گا۔“

دوسرے روز فرمایا:

”کہ پریشان نہ ہونا — میرے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی برکتوں والے

ہیں۔“

اور یہ حقیقت ہے کہ تین چار دن بعد لاہور سے خبر آگئی کہ فلاں کام ہو گیا ہے۔

مصادر و مراجع

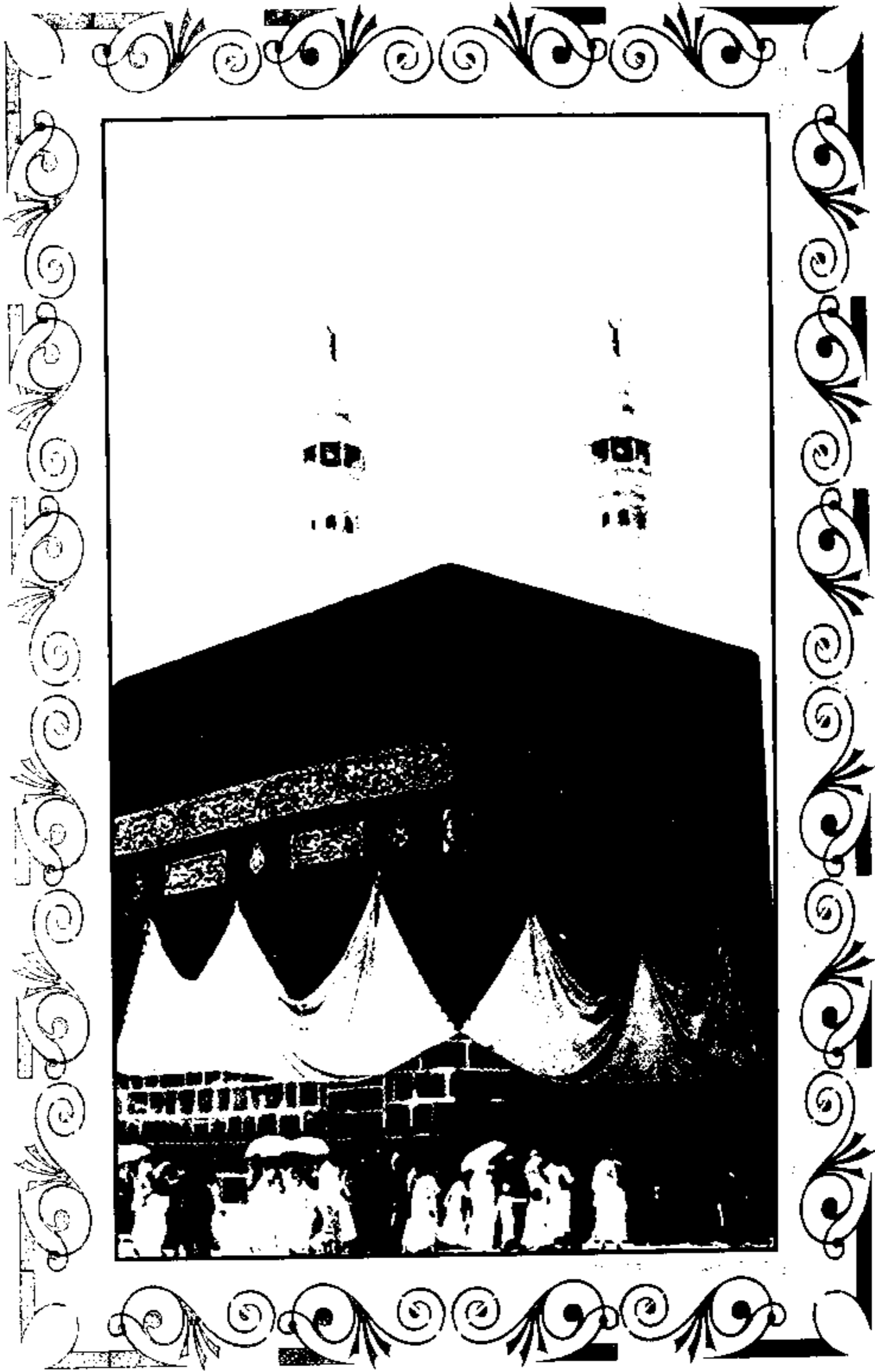
نمبر شمار	مصنف	عنوان مقالہ
۱	اشفاق حسین قریشی، لاہور	باباجی غلام رسول عالیہ الرحمہ
۲	اظہار الحق، کراچی	پھر میں ویوں کو ماننے لگا
۳	اظہر قریشی، لاہور	باباجی پر عنایت خاص
۴	اعجاز خورشید احمد، مدینہ منورہ	رسول پاک کے پیارے (ص ۳۳)
۵	جاوید علی شاہ، ملتان	فیض جاری ہے
۶	حفیظ تائب، لاہور	پیشوائی
۷	ساجد علی، لاہور	وہ تو دعا ہی دغا تھے
۸	سلیم مغل، رحیم یار خاں	میں نے زندہ ولی دیکھا
۹	شمس الدین، لاہور	باباجی غلام رسول عالیہ الرحمہ
۱۰	محمد طفیل مدنی بھٹی، لاہور	باباجی غلام رسول کے فرمودات
۱۱	عبدالحمید، مدینہ منورہ	باباجی غلام رسول عالیہ الرحمہ
۱۲	عبدالستار نیازی، مولانا، لاہور	حضور ﷺ کے حکم پر نفاذ شریعت کی جدوجہد کا آغاز
۱۳	عبدالشکور، الحاج، لاہور	کیسے کیسے لوگ!
۱۴	عبدالواحد مدنی، مولانا، کراچی	ذاتی تجربہ
۱۵	محمد محبوب الرسول قادری، ملک، لاہور	عاشق رسول
۱۶	محمد صلاح الدین، کراچی	مدینہ منورہ کی ایک یادگار شخصیت

۱۔	محمد طفیل مدنی بھٹی، لاہور	یادگار منتگلوڈ نمبر ۵، ۱۹۸۵ء، اشروید
۱۸	محمد طفیل مدنی بھٹی، لاہور	میرے باباجی حضور
۱۹	محمد موسیٰ امرتسری، حکیم لاہور	باباجی غلام رسول عالیہ الرحمہ
۲۰	محمد نعیم، کراچی	وہ تو دعا والے تھے
۲۱	مقتسود حسین، حاتی، لاہور	باباجی کی یادیں
۲۲	مقتسود حسین قادری، کراچی	باباجی غلام رسول عالیہ الرحمہ
۲۳	منیر الاسلام منشی، سیدنا لاہور	باباجی سرکار عالیہ الرحمہ

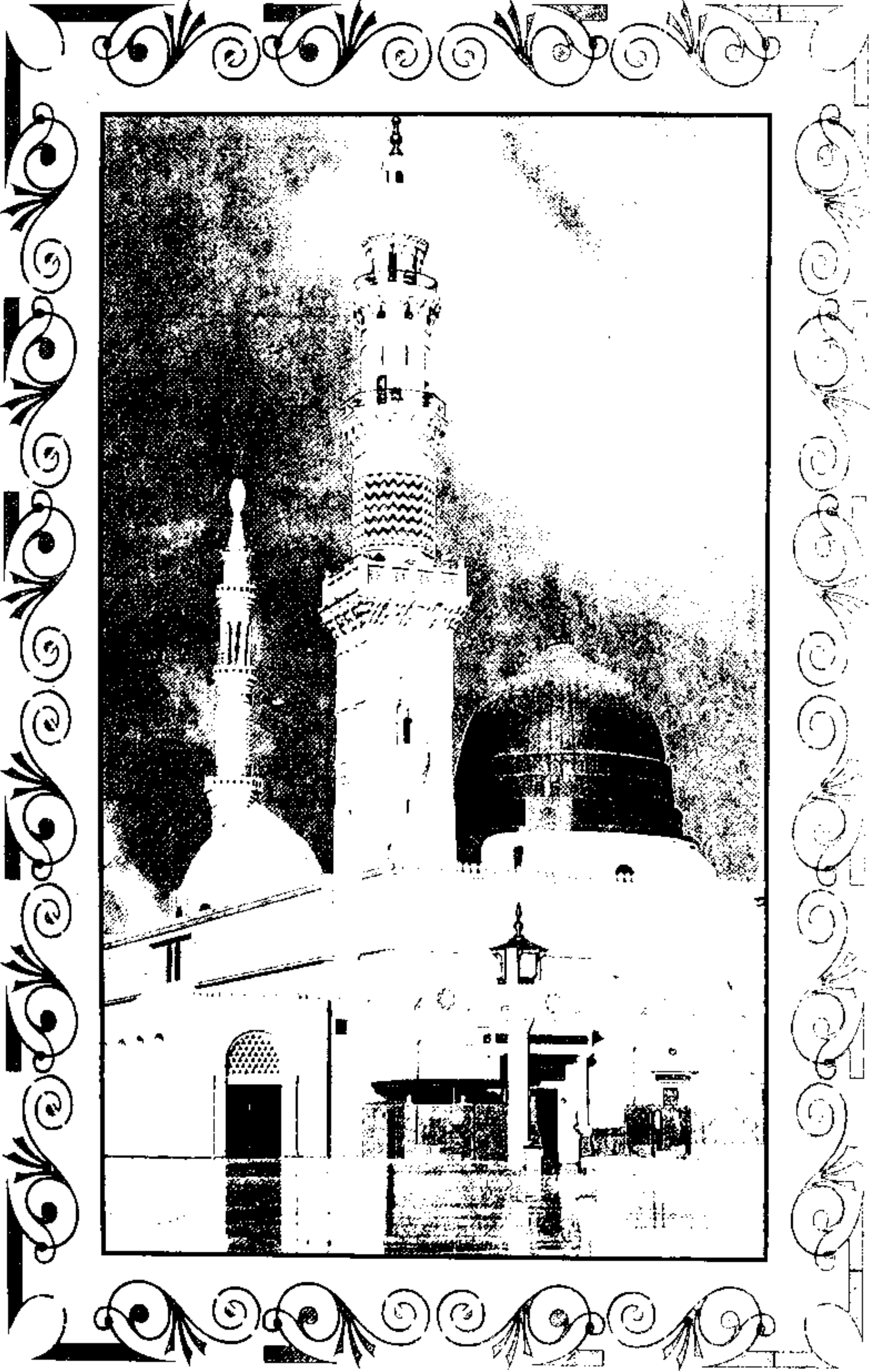
ضروری نوٹ

ان تمام مقالات کا مجموعہ بعنوان ”جانشین ابو ہریرہ باباجی غلام رسول بللیاں والے“ شائع ہو چکا ہے۔ جس کو الحاج محمد طفیل مدنی بھٹی صاحب مدظلہ العالی نے مرتب کیا اور چھپوایا ہے۔ یہ کتاب ۱۳۷۰ھ/۱۹۵۰ء۔ ای، نیواقبال پارک رائل رینج روڈ، لاہور کینٹ کوڈ ۵۴۸۱۰ سے دستیاب ہے، ہدیہ۔/۲۰۰ روپے۔

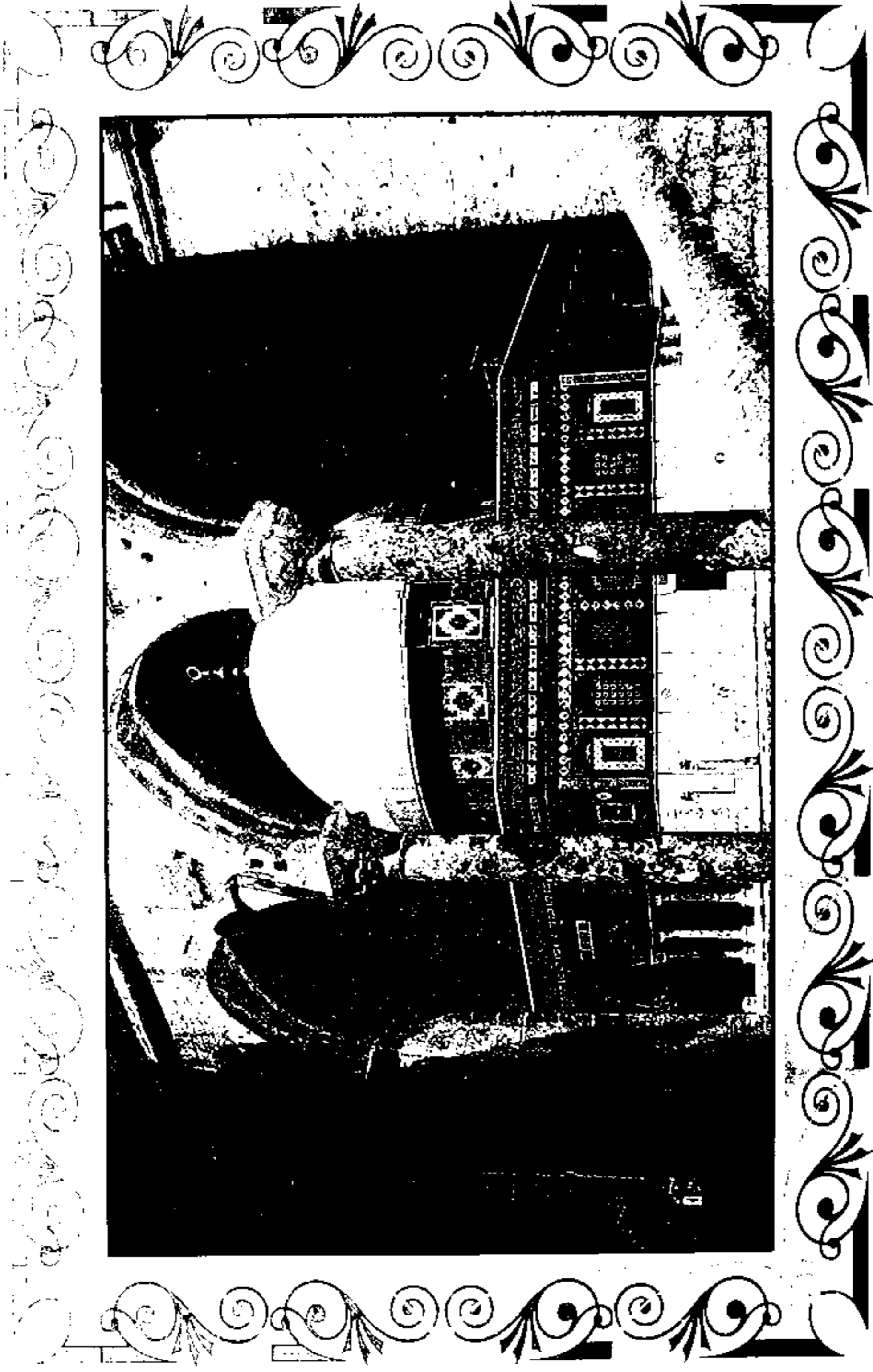
فون: ۲۲۱۹۱۲۹-۲۳۳۳



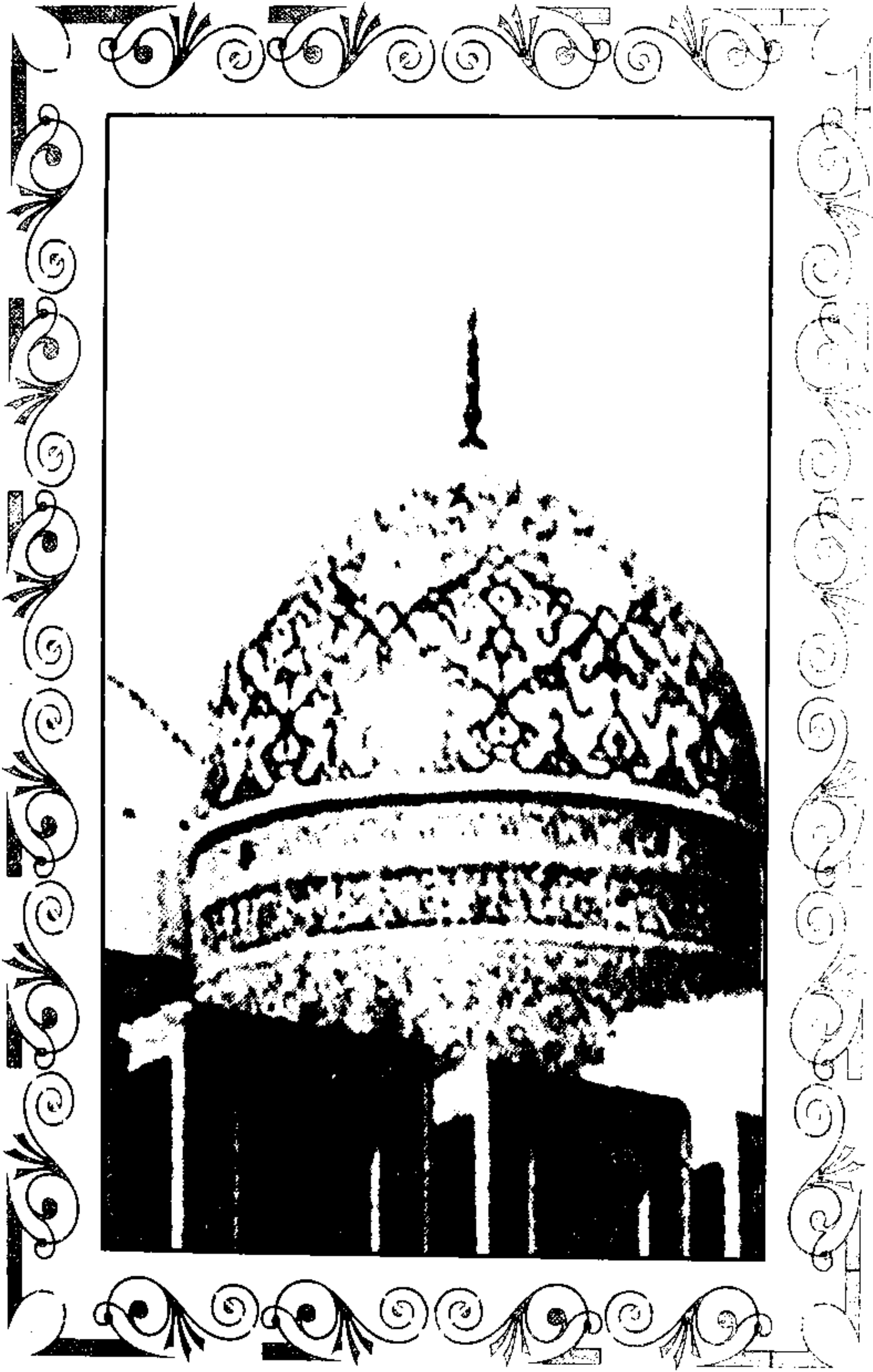
بیت اللہ شریف مکہ معظمہ سعودی عرب



مسجد نبوی شریف مدینہ منورہ - سعودی عرب



قبلہ اول بیت المقدس یروشلم



روضہ مبارک حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
المعروف غوث الاعظم دستگیر (پیران پیر) بغداد شریف عراق



Designed by: AL-HADI GRAPHICS 0300-2196467

FAIZ-E-RAZA PUBLICATIONS